ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ١٧	محرم الحرام ١٤٣٠ھ / جنوری ۲۰۰۹ء	شمارہ : ١

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مدیر اعلٰی	نائب مدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ١٧ روپے........سالانہ ٢٠٠ روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ ٧٥ ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ ٢٠ امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ ٢٠ ڈالر

امریکہ .... سالانہ ٢٥ ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کا اِی میل ایڈریس

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ MCB (0954) 7914-2

فون نمبرات

جامعہ مدنیہ جدید : +92 - 42 - 5330311

خانقاہ حامدیہ : +92 - 42 - 5330310

فون/فیکس : +92 - 42 - 7703662

رہائش ''بیت الحمد'' : +92 - 42 - 7726702

موبائل : +92 - 333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	5
ملفوظات شیخ الاسلام ؒ	حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی ؒ	۱۱
حضرت عائشہ ؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد کا مغالطہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ	۱۳
حقوق کا بیان	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی ؒ	۱۸
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب ؒ	۲۲
گلدستۂ احادیث	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۲۹
ایک زائرِ حرم کی التجا	حضرت مولانا عطاء الرحمٰن عطاؔ صاحب	۳۲
ماہِ محرم الحرام کے فضائل وَاَحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۳۴
ذکرِ حسنین رضی اللہ عنہما	حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب ؒ	۴۶
نئے اِسلامی سال کا پیغام	جناب مولانا مفتی محمد عفان صاحب	۴۷
مبارک ہو تم کو	جناب زکی صاحب کیفی ؒ	۵۲
وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ	جناب سید اَورنگزیب شاہ صاحب	۵۳
صوبہ سرحد کے تفصیلی دورہ کے حالات	خالد عثمان، متعلم جامعہ مدنیہ جدید	۵۴
دینی مسائل		۵۹
اَخبار الجامعہ		۶۲
وفیات		۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم اما بعد !

عالمی سطح پر ظلم اَور ناانصافی میں دِن بدن اِضافہ نے ہر اِنسان کی زندگی کو بے چینی سے دوچار کر دیا ہے اَور اِس ساری خراب صورتِ حال کا تمام تر ذمّہ دار عالمِ کفر ہے جس کی قیادت صیہونیت اَور صلیب کے نام پر موجودہ دَور میں امریکہ اَور اسرائیل کے ہاتھ میں ہے پاکستان کے حوالہ سے اِس میں ایک تیسری پارٹی بھارت بھی شریک ہے۔

کفر کی قیادت میں ہونے والی نااِنصافیاں دُنیا بھر میں صرف مسلمانوں کے خلاف کی جارہی ہیں اور نہ صرف سیاسی یا تجارتی سطح پر بلکہ بھرپور فوجی کارروائیاں جن میں فضائی اور بحری افواج بھی مکمل طور پر شریک ہوتی ہیں میزائل بھی داغے جاتے ہیں جاسوسی طیارے بھی استعمال ہوتے ہیں حتی کہ محدود طاقت کے ایٹم بم بھی عراق وافغانستان میں استعمال کیے گئے اور کیمیائی ہتھیار بھی، اِس سارے فتنہ کا قائد شوخ چشم امریکہ ہے جس کے دیدوں سے حیا عنقا ہو چکی ہے اِس کے کروسیڈی بادشاہ جارج ڈبلیو بش نے گزشتہ سال کے آخری ماہ کی چودہ تاریخ کو عراق پر اپنے جبری قبضہ کے دوران اپنے صدارتی اقتدار کا اختتامی دورہ کیا تو اُس موقع پر صحافیوں کی پُر ہجوم پریس کانفرنس میں امریکی صدر کو اُس وقت ذلّت سے دوچار ہونا پڑا جب ایک نہتے عراقی صحافی نے اپنا جوتا اُتار کر بندر نما صدر کے منہ پر دے مارا، بوڑھے بندر کی طرح صدر نے بھی پُھرتی دِکھاتے ہوئے سر نیچے کو جھکایا اور ٹھیک نشانے پر آنے والا جوتا اُس کے سر کے بالکل قریب سے گزر گیا، صحافی نے نہایت حاضر دماغی سے کام لیتے ہوئے دُوسرا جوتا بھی رسید کیا مگر وہ ڈارون کی اولاد کو لگنے کے بجائے اُس

کے عقب میں جھولتے اُس کے مقدس پرچم کو جا لگا اور تمام تر حفاظتی حصاروں کے باوجود اپنے کو دُنیا کی سپر طاقت کہلانے والے کا سر خدائے بزرگ و برتر نے بھری مجلس میں خم کرادیا۔

عراقی صحافی ''منتظر الزیدی'' کے دو پاؤں تھے اِس لیے جوتے بھی دو ہی تھے مگر برا ہوا اُن نامراد صحافیوں کا جنھوں نے اِس موقع پر اپنے ہم پیشہ صحافی بھائی کی مدد نہ کرکے ایک بری مثال قائم کردی اگر اُنہوں نے ساتھ دیا ہوتا تو صرف بیس صحافیوں کے چالیس جوتے بھی وہ کام کر دِکھاتے جو رہتی دُنیا یاد رکھا جاتا مگر کیا کیا جائے یہ اچھا نصیب صرف منتظر الزیدی کے لیے لکھا جا چکا تھا تاہم صحافی کی اِس جرأت سے باقیوں کے ذمہ کا قرضہ ادا نہیں ہوا اَلبتہ اِس جوتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے تمام فرعونوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ میری ڈھیل کا غلط مطلب نہ لیں اپنی حد میں واپس آجائیں اِسی میں اُن کی خیر ہے ورنہ تو اِنہیں مظلوموں میں سے کسی کے ہاتھوں میں تم کو رَوند ڈالوں گا اور کوئی تم کو بچا نہیں سکے گا۔

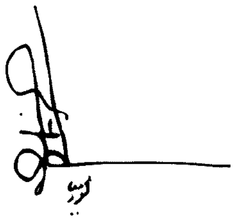

ضروری وضاحت

گزشتہ ماہ کے شمارہ میں ''اِفتتاحی بیان'' کے زیرِ عنوان صفحہ ۳۲ پر ایک عبارت اِس طرح شائع ہوئی ہے :

''ہمارے جو مفتی ہیں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اِس وقت مفتی اعظم وہی ہیں پاکستان کے اَور کوئی نہیں ہے مفتی اعظم پاکستان.....''

یہ بات سبقتِ لسانی کی وجہ سے اِس اَنداز میں ادا ہوگئی ورنہ میری مراد صرف یہ تھی کہ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کی دینی اور فقہی خدمات کا تقاضا ہے کہ اُن کو بجا طور پر مفتی اعظم پاکستان قرار دیا جائے۔ مقصد استحقاق ہے انحصار نہیں ہے وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درس حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلہم

حضرتِ اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

سچّی توبہ سے اللہ اَور بندے کے درمیان تعلق ٹھیک ہو جاتا ہے

صرف انبیاء کرام معصوم ہوتے ہیں اَور کوئی معصوم نہیں ہوتا

اپنے اُوپر تنقیدی نظر ڈالتے رہنا چاہیے

﴿ تخریج وتزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 57 سائیڈ B 1986 - 04 - 18)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہٖ اجمعین امابعد !

اِستغفار اَور توبہ یہ ایسی فضیلت کی چیز ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ اَور بندے کے درمیان تعلق ٹھیک ہو جاتا ہے۔

اِستغفار اَور توبہ کا مطلب :

''اِستغفار'' کے معنٰی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بندہ یہ طلب کرے کہ وہ اُس کے گناہ کو اپنی رحمت سے ڈھانپے رکھے۔ تو یہ طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے کہ خداوندِ کریم تو میرے گناہوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اِس کا مطلب ہے کہ معاف فرمادے۔ تو یہ مفہوم کن اَلفاظ سے اَدا کیا جائے اِس میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے رہبری فرمائی ہے اَور جو کلمات آپ نے استعمال فرمائے ہیں وہ بھی منقول ہیں اُن کی فضیلت بھی منقول ہے۔

ایک تو ہے اِستغفار اَور ایک ہے توبہ۔ ''توبہ'' کے معنٰی ہیں رُجوع کرنا یعنی بندہ اپنی غلطی سے اپنے گناہ کے کام سے باز آجائے خدا کی طرف رُجوع کرلے گناہ سے ہٹ جائے یہ توبہ ہوئی اَور حدیث شریف میں یہ کلمات آتے ہیں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ [1] گویا دو چیزیں اَلگ اَلگ ہیں ایک اَسْتَغْفِرُ آیا اَور ایک جگہ اَتُوْبُ آیا تو دونوں کے معنٰی جدا جدا ہیں۔ آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ میں حق تعالیٰ سے اِستغفار کا جملہ دن بھر میں ستّر دفعہ سے بھی زیادہ اَدا کرتا ہوں۔ دُوسری حدیث شریف میں آتا ہے کہ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ میرے دل پر بادل جیسا آجاتا ہے وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِأَۃَ مَرَّۃٍ [2] میں سَو مرتبہ اِستغفار کرتا ہوں کہیں ستّر دفعہ سے زیادہ آیا اَور کہیں سَو دفعہ آیا یہ جملہ میں متفرق اَوقات میں کہتا رہتا ہوں۔

''غَیْنٌ'' کی وضاحت :

وہ جو قلبِ اَطہر پر یہ بادل جیسی کیفیت غُبار جیسی کیفیت آتی تھی اُس کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کا ملنا جُلنا مختلف قسم کے لوگوں سے تھا کافروں سے بھی تھا منافقین سے بھی تھا تو اُس کا اَثر قلبِ مبارک محسوس کرتا بلکہ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا جو مقام تھا اللہ کی طرف توجہ قائم رکھنے کا وہ آپ کے ساتھ خاص تھا انبیائے کرامؑ کے ساتھ خاص تھا اَور وہ اِتنا بڑا ہے کہ اُس سے وہ کبھی سَیر نہ ہوتے تھے لیکن ساتھ ہی ساتھ اُن کو دُوسرا کام سپرد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کی اِصلاح فرمائیں اَور اِصلاح اَعمال کی بھی عقائد کی بھی وہ قرآنِ پاک میں آئی یُزَکِّیْھِمْ نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم مبعوث ہوئے تزکیہ فرمانے کے لیے کہ صاف کریں پاکیزہ بنائیں تو وہ پاکیزگی اَعمال کے اعتبار سے بھی ہے عقائد کے اعتبار سے بھی ہے ظاہر بھی باطن بھی۔ ظاہر میں کپڑے تک شامل ہیں اُس میں بدن بھی شامل ہے اُس میں تمام چیزوں کی طہارت اَور پاکیزگی جنابِ رسولِ کریم علیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے ہمیں سکھائی اَور آپ سے پہلے اَور انبیائے کرام نے بھی سکھائی۔ یہاں پر یہ آتا ہے کہ میرے دل پر وہ پردہ سا ''غَیْنٌ'' سا آجاتا ہے جیسے بادل ہو غُبار ہو یہ کیفیت ہوتی تھی تو اِس کیفیت کی وجہ یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قلبِ مبارک پر جو آنے والے اَور ملنے والے ہوتے تھے اُن کا اَثر جب پڑتا تھا تو اُس کا علاج آپ نے اِستغفار فرمایا۔ اِستغفار میں خدا کی یاد بھی

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ٢٠٥ [2] مشکوٰۃ شریف ص ٢٠٣

ہے اِستغفار میں خدا سے دُعاء بھی ہے اِستغفار میں خدا سے رحمت کی طلب بھی ہے تو یہ کلمات جامع ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود عمل کر کے دِکھلایا ہے مقصد یہ ہے کہ آپ ہم لوگوں کو بتائیں اَور یہ اِستغفار جو ہمیں بتا رہے ہیں وہ ہے گناہوں سمیت۔

اَنبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اَور اُن کا اِستغفار بطورِ عاجزی کے ہوتا ہے :

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو گناہوں سے خدا نے معصوم رکھا ہے معصوم ہیں وہ، اُن سے تو گناہ کا صدور نہیں ہے اُن کا اِستغفار کرنا یہ اُن کے دَرَجات کی بلندی کے لیے ہے کیونکہ جب گناہ نہیں ہے اَور پھر بھی وہ عاجزی کر رہے ہیں اَور اپنے آپ کو ایسا سمجھ رہے ہیں کہ اِستغفار کی ضرورت ہو تو یہ عاجزی جو ہے یہ برتری کی دلیل ہے اَور اُن کے مقام کی بلندی کے لیے ہے تو اِس سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دَرَجات بلند ہوتے تھے۔

اِنسانوں میں عام اُمتیوں میں سب کے لیے یہ ہے کہ اُن کے گناہ بھی ہیں گناہ سے بچا ہوا سوائے اَنبیائے کرام کے اَور کوئی نہیں ہے غلطی ہوتی ہی رہی ہے چھوٹی غلطیاں یہ تو عام ہیں بڑی غلطیاں عام بندوں سے ہوتی ہیں خاص لوگوں سے چھوٹی غلطیاں اَور بڑی بھی ہوسکتی ہیں آخر صحابۂ کرام سے جن کا مقام بعد کے آنے والے ولیوں سے بڑا ہے کبیرہ گناہ ہوئے ہیں اَور قرآنِ پاک میں آیا ہے وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ [1] جاننے کے بعد پھر اُس گناہ پر جمے نہیں رہتے تو جب کوئی غلط کام گناہ کا کام یا بُرا کام ہوجاتا ہے تو خدا یاد آجاتا ہے ذہن اللہ کی طرف جاتا ہے اُس کے سامنے پیش ہونے کی طرف جاتا ہے قیامت کی طرف جاتا ہے تو پھر فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ اَور گناہوں کو بخشنا یہ حقیقتاً اللہ ہی کا کام ہے حتّٰی کہ اگر اِنسان دُوسرے اِنسان کی غلطی کچھ کر لیتا ہے (یعنی اُس کو کوئی تکلیف دیتا ہے اَور بعد اَزاں) اُس سے معافی چاہتا ہے تو اُس سے معافی دِلانا یہ بھی اللہ ہی کا کام ہے کہ اُس کے دل میں یہ بات آئے کہ وہ معاف کرے وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ خدا کے سوا اَور کون ہے جو گناہوں کو معاف فرمائے؟ تو گناہوں کا صدور غیر اَنبیائے کرام سے ہوتا رہتا ہے چھوٹے بھی ہوجاتے ہیں اَور بڑے بھی گناہ

---

[1] سورہ آلِ عمران آیت ۱۳۵

ہوسکتے ہیں، قسم غلط کھالی قسم کھالی ایسی چیز پر کہ جو نہ کھانی چاہیے تھی اَور کوتاہیاں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اللہ کے حقوق کے بارے میں اُس کی عبادت کے بارے میں بندے سے صادر ہوجائیں وہ کوئی بھی نہیں جان سکتا اللہ کے سوا اَور کسی کو نظر بھی وہ نہیں آسکتے۔

سوائے نبیوں کے گناہوں سے کوئی نہیں بچ سکتا اَور اِس کا علاج :

اللہ نے یہ بتایا ہے کہ کوئی بھی گناہوں سے بچا ہوا بس نہیں ہے اَور اللہ زیادہ جانتے ہیں سب سے زیادہ خدا ہی جانتا ہے تو اِس واسطے انبیائے کرام کے علاوہ باقی کسی کو گناہوں سے معصوم نہیں مانا گیا کہ بالکل بچا ہوا ہے۔ اَور یہ کہتے ہیں کہ صغائر اَور کبائر تمام سے بچ کر ایسے گناہوں سے بچے کہ صغائر بھی نہ ہوں کبائر بھی نہ ہوں تو یہ انبیائے کرام علیہ الصلٰوۃ والسلام کے علاوہ باقی کسی اَور سے نہیں ہوسکتا ممکن ہی نہیں ہے تو پھر علاج کیا ہے؟ علاج یہی ہے ''اِستغفار'' اِنسان سے غلطیاں ہوتی ہیں آقائے نامدار ﷺ نے اُس کا علاج یہی بتایا اِرشاد فرمایا ایک دن کہ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّىْ اَتُوْبُ اِلَيْهِ فِى الْيَوْمِ مِاْۤةَ مَرَّةٍ [1] اللہ سے توبہ کرو۔ میں اللہ تعالیٰ سے ہر دن یا دن بھر میں یا کوئی کوئی دن ایسا ہوتا ہے کہ میں سَو مرتبہ تک توبہ کروں، یہ فرق رہے گا ہمارے اَور جنابِ رسول اللہ ﷺ کے اِستغفار میں کہ آپ کا بتلانا تعلیم کے لیے ہے اَور آپ کا اِستغفار اَور توبہ رفعِ دَرَجات کے لیے ہے کیونکہ وہ سوائے اِس کے کہ اظہارِ عاجزی ہو اپنی، اَور اپنے آپ کی نفی کرنا ہو اِس کے سوا اَور کچھ نہیں ہے اَور ایسی چیز پر اللہ کی طرف سے دَرَجات کی بلندی ہوتی ہے اَور ہمارے لیے یہ ہے کہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے ہمارے گناہ سچ مُچ ہیں وہ معاف ہوتے ہیں بہت سی باتیں تو ایسی ہیں یعنی ایسے بیانات ہیں ٹھیک ہے بزرگانِ دین کے بارے میں ملیں گے اَور ہیں موجود ایسے کلمات بعض اُن کے دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اگر میں یہ قسم کھالوں کہ اِن سے کوئی کبیرہ گناہ نہیں ہوا اَور کوئی صغیرہ بھی میں نے نہیں دیکھا تو میں حانث نہیں ہوں گا یعنی واقعی میں نے نہیں دیکھا اُس آدمی سے کہ کبیرہ گناہ کا صدور ہوتا ہو یا اُسے صغیرہ گناہ کرتے ہوئے میں نے دیکھا ہو کبھی میں نے نہیں دیکھا۔ بعض اَکابر کے بارے میں نقل کرنے والے بڑے بڑے حضرات ایسے جملے نقل کرتے ہیں لیکن اِس کو یہی کہا جائے گا کہ یہ اپنے علم کی حد تک بتا رہا ہے وہ آدمی باقی اللہ کے اَور اُس کے درمیان کیا معاملات تھے اَور کونسی چیز ایسی تھی کہ جو

---

[1] مشکٰوۃ شریف ص۲۰۳

صغیرہ ہوسکتی تھی اَور کونسی ایسی تھی جو کبیرہ ہوسکتی تھی اُس کا کسی کو کیا پتہ چلتا ہے؟

بہت ہی خفی چیزیں ہیں جو بندے اَور خدا کے درمیان ہوتی ہیں پتہ ہی نہیں چل سکتا اُن کا، ایک آدمی اگر نماز پڑھا بھی رہا ہے ہم تو یہی دیکھیں گے کہ نماز پڑھا رہا ہے اگر اُس کے ذہن میں یہ آجائے میں اچھا قاری ہوں میں قراءت زور سے پڑھ لوں ذرا آواز بلند کروں تو پھر یہ اُس کی عبادت میں کمی آتی چلی جائے گی اِسی قدر۔ اَب اِس کا پتہ تو ہمیں نہیں چل سکتا یہ تو اللہ جان سکتا ہے اَور وہ جان سکتا ہے دیکھنے والا تو یہی کہے گا کہ میں نے تو اُسے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ وہ مجھے کسی گناہ میں مبتلا نظر آیا ہو کوئی کبیرہ گناہ کیا ہو یہ کہتے ہیں کہ رُکوع اگر کوئی آرہا ہے نماز میں شامل ہونے کے لیے اَور رکوع لمبا کردے کہ وہ اِس میں مل جائے آکر یا اِسی اعتبار سے نماز لمبی کردے کہ فلاں شخص آنے والا ہے وہ بھی شامل ہوجائے تو پھر اَب یہ بات تو ایسی ہے کہ جسے وہ جان سکتا ہے پڑھانے والا اور خدا جان سکتا ہے ہمیں خبر ہی نہیں اَور اُس پر وہ کہتے ہیں یعنی فقہائے کرام اَخْشٰی عَلَیْهِ عَظِیْمًا بہت بڑی چیز کا مجھے ڈر لگتا ہے اُس کے بارے میں یعنی ایک طرح کا شرک ہوگیا پھر ایک یہ ہے کہ وہ جانتا کسی کو نہیں ہے وہ عام لوگوں کی رعایت کرتا ہے کہ نماز لمبی پڑھوں گا تاکہ جو آنے والے ہیں وہ آجائیں نماز میں تعداد نمازیوں کی زیادہ ہوجائے وہ گناہ نہیں ہے۔ ایک یہ ہے کہ فلاں چوہدری صاحب ہیں یا فلاں ممبر ہے یا فلاں وزیر ہے وہ آنے والا ہے وہ آجائے میرا اُستاد ہے یا فلاں ہے جو بھی کوئی ہے کسی خاص معین کا ذہن میں آجائے وہ غلط ہے۔

ظاہر کا اَور خلوتوں کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے :

تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی جان سکتے ہیں کہ کس سے گناہ ہوا ہے اَور کس سے نہیں ہوا اَور صغائر اَور کبائر یہ سب اُسی کے علم میں ہے، بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا تعلق دُوسروں سے اَور مخلوق سے ہوتا ہے اُن کو آدمی جان سکتا ہے ظاہر سے ہوتا ہے وہ جان سکتا ہے باطن اَور اُس کی خلوتیں یہ اللہ تعالیٰ جان سکتا ہے رب العزت جان سکتا ہے اُس کا خالق جو ہے وہ جان سکتا ہے جس نے اُسے بنایا باقی کوئی نہیں جان سکتا تو اِس واسطے جو جنابِ رسول اللہ ﷺ نے بتلا دیا اَور اللہ نے اُن کے ذریعے ہم تک پہنچا دیا وہ حق ہے وہ یہی ہے کہ صرف انبیائے کرام اِس چیز سے بچے ہوئے ہیں باقیوں سے گناہ ہوتا ہے ایسی چیز کہ جسے گناہ کہا جائے وہ ہوتی ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ تو جب یہ ہوتی ہے تو اِستغفار کرنا چاہیے۔

اپنے اُوپر تنقیدی نظر ڈالتے رہنا چاہیے :

اُور ایسی بات بھی ہے کہ یہ تو نظر جب آئے جب اپنے اُوپر تنقیدی نظر ڈالے کوئی اُور اگر تنقیدی نظر ہی نہیں ڈالتا صرف اچھائی ہی اچھائی پر اپنی نظر ہے یہ بھی تو ہوسکتا ہے تو پھر یوں کہنا پڑے گا کہ نہ تو دُوسروں کو اُس کا گناہ نظر آیا کبھی نہ اُسے خود اپنا گناہ نظر آیا کبھی لیکن کیا ایسے ہے کہ واقعی جو دُوسروں کو نظر نہیں آیا وہ نہیں ہوا اُور جب اُسے بھی نظر نہیں آیا تو سَچ مُچ نہیں ہوا گناہ اُس سے یہ نہیں ہے بلکہ اگر کسی آدمی کو اپنے گناہ نظر نہیں آرہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اُوپر تنقیدی نظر نہیں ڈال رہا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہ نہیں ہو رہا اُس سے کوتاہی نہیں ہورہی کوتاہی ہورہی ہے گناہ ہورہا ہے اُس کو خدا کی طرف رجوع کرنا اُور اِستغفار کرنا چاہیے ضرور۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ کا یہ اِرشاد صحابۂ کرامؓ سے ہے یَاۤاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِأَۃَ مَرَّۃٍ یہ عرصہ ایسا ہے کہ اِس زمانے میں اِستغفار اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں یہ چودہ اُور پندرہ (شعبان) کی درمیانی شب جو ہے وہ اِسی قسم کی ہے اِس میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اُور تجلی اِس قسم کی مخلوق کی طرف فرماتے ہیں مکلّف مخلوق کی طرف کہ وہ اگر توبہ کرے تو وہ قبول ہوجائے توبہ، تو اِس واسطے ہمیں اِس طرف خاص طرح توجہ کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے اَگلے اُور پچھلے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمائے ، آمین۔ اختتامی دُعاء.....................

✡ ✡ ✡

بیس لاکھ نیکیاں

حضرتِ ابواَوفٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ کلمات کہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ تو اللہ تعالیٰ اُس کے لیے بیس لاکھ نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۱۱)

مذکورہ کلمہ ایک بار کہنے پر بیس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں۔ اِس لحاظ سے اگر ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمہ ایک بار پڑھ لیا کریں تو بہ آسانی روزانہ ایک کروڑ نیکیاں حاصل ہوسکتی ہیں۔

ملفوظات شیخ الاسلام

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ مرتب : حضرت مولانا ابوالحسن صاحب بارہ بنکوی رحمہ اللہ ﴾

☆ لطائفِ مدرکہ کا ترقی پذیر ہونا نعمتِ عظیمہ ہے۔ ذاتِ مقدسہ بے مثل اور بے مثال ہے اِسی طرف دھیان متوجہ رہنا چاہیے۔

☆ عورتوں کی طبیعت ضعیف ہوتی ہے ذکر کی زیادتی سے اور اُمورِ خانہ داری سے بسا اَوقات عاجز ہو جاتی ہیں اِس لیے اُن کی تعلیم میں اسمِ ذات کے ذکرِ لسانی پر اِکتفاء کیجیے۔

☆ مجذوب سے اِرشاد و تسلیک نہیں ہوتی البتہ جب وہ ہوش و حواس میں ہو تو رہنمائی کر سکتا ہے۔

☆ اجازت کے لیے اِلہام اور کشف ضروری نہیں، اجازت استعداد اور قابلیت پر ہوتی ہے۔

☆ چاروں سلسلوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ سب کا مقصد ایک ہی ہے اور چاروں میں بیعت کرنے کا مقصد یہی ہے کہ سب سے تعلق باقی رہے۔

☆ اپنے اَعمال پر مامون نہ ہو جانا اور اپنے نفس کے ساتھ بدگمانی رکھنا نہایت ضروری ہے جب یہ حالت طاری ہو تو توبہ اور اِستغفار میں مشغول ہونا چاہیے اور جب فرحت اور انبساط پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنا چاہیے۔

☆ وساوس اور خطرات کے علاج کے تین طریقے سہل بالفعل ہیں: ایک یہ کہ کوشش برابر ذکر اور نماز میں جاری رہے کہ جب بھی کوئی خطرہ آئے تو فورًا اُس کو دفع کیا جائے۔ حدیثِ نفس پیدا ہو تو فورًا کاٹ دیا جائے آگے بڑھنے نہ دیا جائے اِس سے شیطان اور خناس کا زور آہستہ آہستہ کم ہو جاتا ہے، قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاھُمْ مُّبْصِرُوْنَ اِس عمل کو برابر کرتے رہیں اِنشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ کمی ہوگی۔ دوئم یہ کہ روزانہ ایک سو مرتبہ سورۃ الناس با تصور معنٰی یعنی جی لگا کر کسی وقت پڑھ لیا کریں اگر اِن دونوں پر عمل درآمد ہو تو فبہا۔ سوئم مخصوص نماز کے ساتھ ہے اِس کو صراطِ

مستقیم میں ذکر کیا گیا ہے۔ص 86 سطر 11 ملاحظہ فرمائیے۔

☆ سلوک کے طریقوں میں یہ طریقہ (قرآن مجید میں اِنہماک) نہایت قوی اور عمدہ ہے اگرچہ اِس میں مدت زیادہ لگتی ہے مگر نہایت مامون اور محفوظ طریقہ ہے خطرات سے بالکل خالی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی طریقہ ہے۔ ذکر کے طریقہ میں اگرچہ مدت کم لگتی ہے عشق کی سوزش اور محبت محبوبِ حقیقی کی آگ تیزی کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف پہنچا دیتی ہے مگر اِس میں خطرات اور مخاوِف بہت ہیں بہرحال اِس طریقِ کار میں جس قدر جدو جہد ہو سکے عمل میں لاتا رہے۔ ہاں اگر یہ تصور باندھ سکے کہ پروردگار عالم میری زبان سے پڑھ رہا ہے اور میرے نفس کو اور تمام اپنے بندوں کو شہنشاہی خطاب اپنی عظمت اور جلال کی شان اور رحمت ورأفت کی صفت سے کر رہا ہے تو بہت بہتر ہے معانی کا دھیان رکھتے ہوئے عمل فرمائیں اِنشاء اللہ تعالیٰ بہتر نتائج پیدا ہوں گے۔

☆ اِتنا تشدد نفس پر نہ کیجیے کہ صحت پر اثر پڑے۔ ہمارے زمانہ کے اَعضاء اور اَغذیہ اِس تشدد کے متحمل نہیں جو اُس زمانہ اور اُن اقطار واَمزجہ کے مناسب تھے۔

☆ جس طرح طب کی کتابیں دیکھ کر مریض اپنا علاج نہیں کر سکتا اِسی طرح ضیاء القلوب وغیرہ کتبِ سلوک سے تصوف کا سلوک غلط کاری ہے۔

☆ اَعمالِ سلوک کے لیے مرید ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ہر عمل کے لیے شیخ کی خصوصی اجازت ضروری ہے۔

ع کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

☆ عرف میں ''تصورِ شیخ'' کسی مقدس اور بزرگ کی صورت کو ذہن میں دھیان لانے اور جمانے کا نام ہے بالخصوص اپنے مرشد کے چہرے کو خیال میں جمانے اور حاصل کرنے کو تصورِ شیخ کہتے ہیں۔

☆ مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اور ہر دم آگاہ رہتے ہیں یہ خدا ہی کی شان ہے۔ گہ و بیگاہ بطورِ خرق بعض اَکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوتے ہیں اِس سے جاہلوں کو یہ دھوکہ پڑا ہے۔

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ۱۰

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حضرت اَقدس رحمہ اللہ صاحب کا خط

محترمی و مکرمی دام مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں اِس مسئلہ میں ہمیشہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت ثابت کرتا رہا ہوں کہ آپ نے عملاً یہ بھی بتلا دیا ہے کہ بڑی عمر والا مرد بالکل کم عمر لڑکی کے ساتھ کیسے رہے۔ اپنے جذبات کو مقدم رکھے یا اُس کے۔ اِس شادی کا جوڑ نہ تھا اِس لیے جب خواب دیکھا تو آپ نے دل میں فرمایا اِنْ یَّکُنْ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یُمْضِہٖ. یہ کوئی ''لو میرج نہ تھی''۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اور جب حضرت عائشہ آپ کے ساتھ رہی ہیں تو اُن کی رائے یہ ہوئی وَاَیُّکُمْ یَمْلِکُ اِرْبَہٗ کَمَا کَانَ یَمْلِکُ اَور وَکَانَ اَمْلَکَکُمْ لِاِرْبِہٖ نیز بہت سی حدیثیں اِس حسنِ معاشرت کی تعلیم کے لیے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی موجود ہیں۔

میرا ذہن اہلِ یورپ کے اعتراضات سے مرعوب نہیں ہوتا، والحمدللہ۔ اَور اُن کے ایسے اعتراضات آج کل ختم ہو چکے ہیں وہ عربوں کی دولت سے مرعوب ہیں بلکہ وہاں کے رہنے والے دوست لکھتے ہیں کہ اَب تبلیغ کا بہترین موقع ہے۔ مودُودی صاحب میں یہ بھی کمی تھی کہ وہ یورپ کے اعتراضات سے مرعوب ہو کر احادیث کی تضعیف کر دیتے تھے حالانکہ یورپ میں سوائے صحیح تجارت کے باقی سب خرابیاں موجود تھیں اَور ہیں اَور تجارت میں سچائی اُن کی تجارتی ضرورت سے ہے اِس لیے میں نے اِس مسئلہ میں کبھی تردیدِ رُواۃ کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ اُن کی باتوں کی وجہ سے جرحِ احادیث کرنے لگوں۔

آنجناب نے جو مقدمۂ اُولیٰ تحریر فرمایا ہے (یعنی یہ گرامی نامہ) اِس سے جو اِشکالات سامنے آئے اُن کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ [1]

(۱) روایتِ تزوج کے فقط حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی منقول ہونے سے کوئی ضعف نہیں پیدا ہوتا۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں راوی ایک ہی صحابی ہیں۔ اِذَا کَانَ الْمَآءُ قُلَّتَیْنِ کے بارے میں بھی یہی لکھا گیا ہے کہ اِتنی ضرورت کی چیز ہے خصوصًا عرب میں اَور راوی ایک ہیں بلکہ ایک ایسی روایت کی طرف توجہ مبذول کراتا ہوں جو خطبہ میں آپ نے اِرشاد فرمائی اُس کے راوی صرف ابن عمر ہیں حالانکہ خطبہ کی بات تو بہت عام ہونی چاہیے تھی، ملاحظہ ہو بخاری ص ۶۸. **باب الحِلَق والجلوس فی المسجد.** اِس لیے یہ کوئی اشکال نہیں کہ اِس کی راوی فقط حضرت عائشہ ہی کیوں ہیں کیونکہ وہ ہی صاحبِ معاملہ ہیں۔ اشکال تو اُس وقت ہوتا کہ معاملہ تو حضرت عائشہ کا ہوتا اَور راوی کوئی اَور ہوتا۔

دیکھا تو یہ جائے گا کہ علمائے اُمت نے اِسے کیا درجہ دیا ہے اَور وہ صحابی مَارَوِیَ پر قائم رہے ہیں یا نہیں۔ تو اِس حدیث سے ہمیشہ کئی طرح استدلال کیا گیا ہے۔ ترمذی میں ہے :

---

[1] نوٹ : حضرتؒ نے حکیم صاحب کے قیاسی نمبروں پر اکتفا فرما کر جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِذَا بَلَغَتِ الْیَتِیْمَةُ تِسْعَ سِنِیْنَ فَزُوِّجَتْ فَرَضِیَتْ فَالنِّکَاحُ جَائِزٌ وَلَاخِیَارَ لَهَا اِذَا اَدْرَکَتْ وَاحْتَجَّا بِحَدِیْثِ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنٰی بِهَا وَهِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ وَقَدْ قَالَتْ عَائِشَةُ ''اِذَا بَلَغَتِ الْجَارِیَةُ تِسْعَ سِنِیْنَ فَهِیَ امْرَأَةٌ''. (باب ما جاء فی اکراہ الیتیمة علی التزویج ص ۱۳۲)

(۲) .... یہ صرف آنجناب نے ایسی قیاسی ترتیب دی ہے ورنہ اہلِ کوفہ کے لیے حضرت اَسود کی روایت کو تقدم حاصل ہوگا وہ حضرت عُروہ سے علم اَور عُمر دونوں میں بڑے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اِتنے قریب ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ نے تجدیدِ عمارتِ کعبہ کے وقت صرف اُن ہی سے یہ بات دریافت کی کہ :کَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ اِلَیْکَ کَثِیْرًا فَمَا حَدَّثَتْكَ فِی الْکَعْبَةِ . اَلْحَدِیْث

امامِ اعظمؒ نے حضرت ابنِ عمرؓ کے مقابلہ میں فرمایا ہے عَلْقَمَةُ لَیْسَ بِدُوْنِ ابْنِ عُمَرَ وَاِنْ کَانَ لِابْنِ عُمَرَ فَضْلُ صُحْبَةٍ وَاَمَّا الْاَسْوَدُ فَالْاَسْوَدُ . کَمَا فِیْ مُسْنَدِهٖ .

اہلِ کوفہ کے لیے اسودؒ کے بعد ابوعبیدہ ہوں گے۔

(۳) .... یہ محض اِس لیے نہیں ہے کہ اِن لوگوں کے نزدیک یہ روایت اصل ہے اَور دُوسری روایتیں اصل نہیں ہیں بلکہ یہ اُن کے انتخاب کی بات ہے۔ نسائیؒ نے اَور حضرات کی روایات بھی دے دی ہیں اَور یہ بات میں مدلل طور پر حافظ زاہد کوثریؒ کے حوالہ سے پہلے بھی عرض خدمت کر چکا ہوں۔

آنجناب نے پھر ایک اَور اشکال چند نمبروں میں ترتیب دیا ہے اس کے بارے میں عرض ہے کہ حضرت اسماء اَور اُن کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر قریب قریب برابر تھی۔ وہ ۱۴ سال کی تھیں اَور حضرت زبیر ۸ تا ۱۶ سال کے تھے (علی اختلاف الاقوال)۔ اَور ایک قول کی رُو سے یہی اُن کی طلاق کی وجہ اِن کی عمر کا زیادہ ہوجانا ہی ہوا تھا لیکن وہ حضرت ابوبکرؓ کی پہلی بیوی سے تھیں اَور حضرت عائشہ دُوسری سے وہ یقینًا بڑی تھیں اَور حضرت عائشہ یقینًا چھوٹی تھیں۔

(۴) حضرت اسماءؓ کا رشتہ اگر حضرت زبیرؓ کے ساتھ پہلے سے طے ہو چکا ہوتو جنابِ رسول اللہ ﷺ اِن سے کیونکر اپنا رشتہ دیتے اِس کا امکان موجود ہے کہ وجہ یہ بنی ہو۔

نیز احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نکاح میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی ورنہ معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کے خیال میں بھی نہ تھا فرشتہ کا خواب میں حضرت عائشہ کی شکل دکھانا اَور خبر دینا اس کی دلیل ہے رُؤْیَا الْاَنْبِیَآءِ وَحْیٌ بظاہر معاشرتِ اہل اَور تحفظِ علوم تو کم اَزکم فائدے ہیں۔ آپ نے جوانی تو اپنے سے زیادہ بڑی عمر خاتون کے ساتھ گزاری اَور غلبۂ نفسانیت تھا ہی نہیں، وَکَانَ اَمْلَکَکُمْ لِاِرْبِہٖ.

(۳) نکاح کا مقدم موخر ہونا آج بھی دُنیا بھر میں چلتا ہے اِس کا مدار رشتہ آنے پر ہے نہ کہ عمر پر، بعض دفعہ بڑی بہن کا رشتہ چھوٹی سب بہنوں کے بعد آتا ہے اِس میں کوئی کیا کرسکتا ہے۔

(۴) بہت تندرست تو نہ تھیں۔ حدیث کسوف میں آتا ہے حَتّٰی عَلَا فِی الْغَشْیِ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلٰی رَاْسِیْ مَاءً البتہ قوی القلب تھیں اَور زندگی خدا کے اختیار میں ہے پہلوان اَور جوان مرجاتے ہیں اَور کمزور اَور بوڑھے جیتے رہتے ہیں اَور حواس خمسہ کی صحت و حاضر دماغی اہل اللہ میں تو مشاہد ہی ہے اس کا مادی تعلق دماغ سے ہے اَور مذہبًا نزولِ سکینہ وغیرہ سے بھی ہے۔

(۵) مذکورہ بالا صورت میں مجھے تو اِستبعاد بھی نہیں لگا تعجب کجا اَور بالغہ نابالغہ کی صراحت کرانے کی ہمت کسی نے نہیں کی نہ خود حضرت عائشہ نے بیان فرمایا۔ ص۲ پر بحوالۂ ترمذی اُن کے اِرشاد سے آپ جو اَندازہ چاہیں لگالیں اَور جنابِ رسول اللہ ﷺ کا اِن کے ساتھ جو معاملہ رہا ہے وہ عریضہ کی ابتدائی سطور میں لکھ ہی چکا ہوں۔

(۶) حضرت اسماءؓ کی رُخصتی ظاہر احادیث کی رُو سے ہجرت سے پہلے ہی ہوئی ہے، اَور چاہے پہلے ہوئی ہو یا بعد میں اِس سے دُوسری بہن پر کچھ اَثر نہیں پڑتا۔ رضی اللہ عنہا وعنہم اجمعین۔ ہر خاندان میں ایسی نظیریں مل جائیں گی۔

آنجناب کے نمبر ۷۔۸۔۹ کا جواب بھی مذکورہ معروضات میں پیش خدمت ہو چکا ہے۔

واقعی میں بے حد مصروف ہوں لیکن یہ عریضہ صرف تعمیلِ اِرشاد کے لیے فورًا ہی تحریر خدمت کررہا ہوں۔ یہ عریضہ صاف نہیں کراسکوں گا خیال آیا کہ اِس کی ہی فوٹو کاپی کرا کر جناب کو بھیج دُوں۔

۵/ جنوری کو حضرت مولانا اسعد صاحب (مدنی) مدظلہم تشریف لارہے ہیں کوشش کروں گا کہ زیادہ

سے زیادہ قیام ہو جائے اُور بہت جگہوں پر وہ جاسکیں۔ دُعاء فرمائیں کہ سب پروگرام بحسن وخوبی سرانجام پائے، اِس عرصہ میں غالبًا خط وکتابت جاری نہ رہ سکے گی۔ ذہنی مصروفیت زیادہ ہوگی۔

جناب سے میری صرف دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن یقینًا مجھے آپ سے بہت تعلق ہوا ہے وجہ بھی نہیں بتلاسکتا کہ کیوں، ایک آدمی کسی کو اچھا لگتا ہے تو وہ سادہ زبان میں اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ ''وہ اِسے اچھا لگتا ہے''۔

بظاہر دو باتیں تعلق کی وجہ ہوئیں ایک تو آپ کی وضع داری کہ جناب حکیم عبدالحکیم صاحب سے ساری عمر جیسا تعلق ہوا تھا ویسا ہی آخر تک رہا۔

دُوسری وجہ یہ لگتی ہے کہ آپ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا تعلق خاطر ہے جو کم لوگوں کو ہوگا۔

دُوسرے موضوع پر بھی گرامی نامہ سے روشنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ بہتری فرمائے۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۲۵ر دسمبر ۸۰ء

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اوراس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

اصلاحِ خواتین

حقوق کا بیان

﴿ اَزافادات : حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

شوہر کے ذمّہ عورت کے حقوق :

شوہر کے ذمہ عورت کے یہ حقوق ہیں :

☆ اپنی وسعت کے موافق اُن کے نان ونفقہ میں دریغ نہ کرے۔

☆ اُن کو دینی مسائل سکھلاتا رہے اور نیک عمل کی تاکید کرتا رہے۔

☆ اُس کے محارم اَقارب (قریبی رشتہ داروں) سے کبھی کبھی اُس کو ملنے دیا کرے۔

☆ اُس کی غلطیوں پر صبر وسکوت کرے، اگر کبھی تنبیہ کی ضرورت ہو تو توسط (یعنی اعتدال) کا لحاظ رکھے (زیادہ سختی نہ کرے)۔

رشتہ داروں کے حقوق :

رشتہ داروں کے بھی حقوق ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے :

☆ اپنے محارم (یعنی سگے رشتہ دار) اگر محتاج ہوں اور کھانے کمانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو گنجائش کے موافق اُن کے نان ونفقہ اور ضروری خرچ کی خبر گیری اَولاد کی طرح واجب ہے۔ اور غیر محرم (یعنی جو سگے نہیں اُن) کا نان نفقہ اِس طرح تو واجب نہیں لیکن کچھ خدمت کرنا ضروری ہے۔

☆ کبھی کبھی اُن سے ملتا رہے۔

☆ اُن سے رشتہ وتعلق ختم نہ کرے بلکہ کسی قدر اُن سے تکلیف بھی پہنچے تو صبر کرنا افضل ہے۔

سُسرالی رشتہ داروں کے حقوق :

☆ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے نسب کے ساتھ علاقہ مصاہرۃ یعنی سُسرالی رشتہ کو بھی ذکر فرمایا ہے اِس سے معلوم ہوا کہ ساس اَور سُسر، سالے، بہنوئی، داماد، بہو اَور بیوی کی پہلی اَولاد کا بھی کسی قدر حق ہوتا ہے

اِس لیے اِن لوگوں کے ساتھ احسان واَخلاق کی رعایت کسی قدر خصوصیت کے ساتھ اَوروں سے زیادہ رکھنا چاہیے۔(حقوق الاسلام بہشتی زیور)

یتیموں وکمزوروں کے حقوق :

یتیم (یعنی وہ بچہ جس کا باپ نہ ہو) اَور بیوہ، عاجزہ، ضعیف، مسکین، بیمار، معذور، مسافر یا سائل اِن لوگوں کے یہ حقوق اَور زائد ہیں۔

☆ اِن لوگوں کی مالی خدمت کرنا۔

☆ اِن لوگوں کا کام خود کر دینا۔

☆ اِن کی دلجوئی اَور تسلی کرنا۔

☆ اِن کی حاجت اَور سوال کو رَد نہ کرنا۔(حقوق الاسلام)

مہمانوں کے حقوق :

مہمانوں کے حقوق یہ ہیں :

☆ اُن کے آنے کے وقت خوشی ظاہر کرنا۔

☆ اُن کے جانے کے وقت کم اَزکم دروازہ تک اُن کے ساتھ جانا۔

☆ اُن کے معمولات اَور ضروریات کا اِنتظام کرنا جس سے اُن کو راحت پہنچے۔

☆ تواضع وتکریم اَور مدارات کے ساتھ پیش آنا بلکہ خود اُن کی خدمت کرنا۔

☆ کم اَزکم ایک روز اُن کے لیے کھانے میں کسی قدر درمیانی درجہ کا تکلف کرنا مگر اِتنا جس میں نہ اپنے کو گرانی ہو اَور نہ اُن کو۔

☆ کم اَزکم تین روز تک اُن کی مہمان داری کرنا اِتنا تو اُس کا حق ہے اِس کے بعد جس قدر ٹھہرے میزبان کی طرف سے احسان ہے۔(حقوق الاسلام)

عام مسلمانوں کے حقوق :

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عام مسلمانوں کے یہ حقوق منقول ہیں :

☆ مسلمان بھائی کی لغزش کو معاف کرے۔
☆ اُس کے عیب چھپائے۔
☆ اُس کے عذر کو قبول کرے۔
☆ اُس کی تکلیف کو دُور کرے۔
☆ ہمیشہ اُس کے ساتھ خیر خواہی کرے۔
☆ اُس کی حفاظت و محبت کرے۔
☆ بیمار ہو تو عیادت کرے۔
☆ مرجائے تو جنازہ پر حاضر ہو۔
☆ اُس کی دعوت قبول کرے۔
☆ اُس کا ہدیہ قبول کرے۔
☆ اُس کے احسان کا بدلہ دے۔
☆ اُس کی نعمت کا شکر کرے۔
☆ موقع پر اُس کی مدد کرے۔
☆ اُس کے اہل و عیال کی حفاظت کرے۔
☆ اُس کی سفارش قبول کرے۔
☆ وہ چھینک کر الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمک اللہ کہے۔
☆ اگر اُس پر کوئی ظلم کرے اُس کی مدد کرے۔
☆ اُسے سلام کرے اُور اُس کے سلام کا جواب دے۔
☆ اُس کی غیبت نہ کرے۔ اُس کو کسی طرح کا نقصان و تکلیف نہ پہنچائے۔
☆ جو بات اپنے لیے پسند کرے اُس کے لیے بھی پسند کرے۔

پڑوسیوں کے حقوق :

☆ اُس کے ساتھ احسان و رعایت سے پیش آئے۔

☆ اُس کی بیوی بچوں کی عزت کی حفاظت کرے۔

☆ کبھی کبھی اُس کے گھر تحفہ وغیرہ بھیجتا رہے خصوصًا جب وہ محتاج ہو تو ضرور تھوڑا بہت کھانا اُس کو دے۔

☆ اُس کو تکلیف نہ دے۔

☆ معمولی معمولی باتوں میں اُس سے نہ اُلجھے۔

غیر مسلموں کے حقوق :

محض انسان ہونے کی بنا پر گو وہ مسلمان نہ ہوں یہ حقوق ہیں۔

☆ بے گناہ کسی کو جانی یا مالی تکلیف نہ دے۔

☆ بلا وجہ کسی کے ساتھ بدزبانی نہ کرے۔

☆ اگر کسی مصیبت، فاقہ، مرض میں مبتلا دیکھے تو اُس کی مدد کرے، کھانا پانی دے، علاج معالجہ کرادے۔

☆ جس صورت میں شریعت نے سزا کی اجازت دی ہے اُس میں ظلم وزیادتی نہ کرے۔

☆ اُس کو ترسائے نہیں۔(حقوق الاسلام)

جانوروں کے حقوق :

☆ جن جانوروں سے کوئی خاص غرض متعلق نہ ہو اُس کو قید نہ کرے خصوصًا بچوں کو نکال لانا اَور اُن کے ماں باپ کو پریشان کرنا بڑی بے رحمی ہے۔

☆ جو جانور نفع کے قابل ہیں اُن کو بلاضرورت محض مشغلہ کے طور پر قتل نہ کرے۔

☆ جو جانور اپنے کام کے ہیں اُن کے کھانے پینے اَور راحت وخدمت کا پورے طور سے اہتمام کرے۔☆ اُن کی قوت سے زیادہ اُن سے کام نہ لے۔☆ اُن کو حد سے زیادہ مارے نہیں۔

☆ جس جانور کو ذبح کرنا ہو یا اُس کے موذی ہونے کی وجہ سے قتل کرنا ہو تو جلدی سے کام تمام کردے اُس کو تڑپائے نہیں بھوکا پیاسا رکھ کر جان نہ لے۔(جاری ہے)

قسط : ۶، آخری

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

دینی تربیت :

حضرت سرورِ عالم ﷺ اللہ جل شانہ، کی طرف سے اُمت کی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے تشریف لائے تھے۔ تربیت اور تزکیہ میں آپ کسی کا لحاظ نہیں فرماتے تھے، اپنی اَزواج و اَولاد اور عزیز و اَقارب سب ہی کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے اور آخرت کا فکرمند بناتے تھے۔ جب آیت کریمہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے) نازل ہوئی تو سیّدِ عالم ﷺ نے اپنے رشتہ داروں اور خاندان والوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور قبیلوں اور بعض رشتہ داروں کے نام لے کر فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ (مشکٰوۃ شریف)

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے اِس موقع پر فرمایا کہ اے قریش! اپنے نفسوں کو دوزخ سے بچالو میں اللہ کے معاملہ میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا اور بنی عبد مناف سے بھی یہی فرمایا۔ پھر فرمایا کہ اے عباس رضی اللہ عنہ! میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ)۔ اے صفیہ رضی اللہ عنہا! (جو اللہ کے رسول ﷺ کی پھوپھی ہیں) میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ)۔ اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے مال میں سے تم جو چاہو سوال کرلو میں اللہ کے معاملہ میں کچھ کام نہیں آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ)۔ [1]

آنحضرت ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دینے کے بعد بھی دینی تربیت کا

---

[1] یعنی خود نیک کام کرو اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف مت چلو۔ اللہ تعالیٰ نے عذاب دینا چاہا تو میں نہیں چھوڑا سکوں گا۔ اِس کا مطلب سفارش کی نفی نہیں ہے بلکہ عمل پر اُبھارنا مقصود ہے اور جس کی شفاعت کی جائے اُس کو بھی تو لائق سفارش ہونا ضروری ہے۔ جو مؤمن نہ ہوگا اُس کی تو سفارش ہی نہ ہوگی۔

خاص خیال رکھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو آنحضرت ﷺ میرے اور فاطمہ کے پاس تشریف لائے اور ہم دونوں کو نماز (تہجد) کے لیے جگایا۔ پھر اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور دیر تک نماز پڑھی۔ ہمارے اُٹھنے (وضو کرنے) کی کوئی آہٹ نہ سُنی تو دوبارہ تشریف لائے اور مجھ کو جگایا اور فرمایا اُٹھو نماز پڑھو میں آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم جتنی نماز ہمارے مقدر میں ہے وہی تو ہم پڑھیں گے۔ ہماری جانیں اللہ کے قبضے میں ہیں جب اللہ تعالیٰ ہم کو بیدار فرمانا چاہتے ہیں بیدار فرمادیتے ہیں (اور تھوڑا بہت وقت جو ملتا ہے پڑھ لیتے ہیں) یہ سُن کر آنحضرت ﷺ اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے اور میرے لفظوں کو (تعجب سے) دہراتے ہوئے واپس ہوگئے اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا یعنی آدمی جھگڑے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ (مسند احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ سیّدِ عالَم ﷺ کے پاس کچھ غلام اور باندیاں آئی ہیں۔ چونکہ اُن کو خود چکی پیسنا پڑتی تھی اِس لیے اُن کے ہاتھوں میں اس کے نشان پڑ گئے تھے۔ اُن نشانوں کو دکھانے اور خدمت کے لیے باندی یا غلام طلب کرنے کے لیے وہ سیّدِ عالَم ﷺ کی حرم سرائے میں پہنچیں آپ ﷺ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ لٰہذا وہ اپنی معروض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ آئیں جب آنحضرت ﷺ زنان خانہ میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ماجرا عرض کردیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر آپ ﷺ رات کو ہمارے پاس تشریف لائے اُس وقت ہم دونوں لیٹ چکے تھے۔ آپ ﷺ کی آمد پر ہم نے کھڑے ہونے کا اِرادہ کیا آپ ﷺ نے فرمایا اپنی جگہ (لیٹے) رہو۔ پھر آپ ﷺ میرے اور فاطمہؓ کے درمیان بیٹھ گئے اور فرمایا کیا تم کو میں اِس سے بہتر نہ بتادُوں جو تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ جب تم رات کو سونے کے لیے لیٹ جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف)

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سیّدِ عالَم ﷺ نے اُس موقع پر اِن تینوں چیزوں کو (فرض) نماز کے بعد پڑھنے کو بھی فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ عمل سُنا کبھی نہیں چھوڑا۔ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا (جس کو ابن الکواء

کہتے تھے) جنگِ صفین کی رات میں بھی آپ نے اِس کو پڑھا۔ فرمایا اِس رات میں بھی میں نے نہیں چھوڑا (اوّل رات میں بھول گیا تھا پھر) آخر سحر میں یاد آیا تو پڑھ لیا۔ (عمل الیوم واللیۃ)

اِسی سلسلہ میں یہ مضمون بھی روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خادم عطا فرمانے سے بڑی سختی سے اِنکار فرمایا اور یوں فرمایا کہ خدا کی قسم تم کو (خادم) نہیں دُوں گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم کو دے دُوں اور صفہ ۱؎ میں رہنے والوں کے پیٹ بھوک سے پیچ کھاتے رہیں اور اُن پر خرچ کرنے کو میرے پاس کچھ بھی نہ ہو؟ یہ غلام جو آتے ہیں اِن کو فروخت کر کے صفہ والوں پر خرچ کروں گا۔ (اصابہ)

۱؎ ''اصحابِ صفہ'' وہ حضرات تھے جو دینِ متین کے لیے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آکر پڑ گئے تھے۔ نہ کاروبار کرتے تھے نہ اُن کا گھر بار تھا۔ بھوک و پیاس کو غذا بنا کر درسگاہِ نبوی (ﷺ) کے طالب علم بن کر رہتے تھے اور ذکر و تعلیم اُن کا مشغلہ تھا۔ مسجدِ نبوی سے باہر ایک صفہ (یعنی چبوترہ) سائبان ڈال کر اِن حضرات کی اقامت کے لیے بنا دیا گیا تھا اِس لیے اُن کو اصحابِ صفہ کہا جاتا ہے۔

حضورِ اقدس ﷺ اگر چاہتے تو اپنی صاحبزادی کو ایک غلام یا باندی عنایت فرمادیتے مگر آپ ﷺ نے ضرورت کو پرکھا اور آپ ﷺ کی خداداد بصیرت نے آپ ﷺ کو اِسی پر آمادہ کیا کہ صفہ میں رہنے والے میری بیٹی سے زیادہ ضرورت مند ہیں کسی نہ کسی طرح دُکھ تکلیف سے محنت و مشقت کرتے ہوئے صاحبزادی کی زندگی تو گزر رہی ہے مگر صفہ والے تو بہت ہی بدحال ہیں جن کو فاقے پر فاقے گزر جاتے ہیں اُن کی رعایت مقدم ہے اور صاحبزادی کو ایسا عمل بتایا جو آخرت میں بے انتہا اَجر و ثواب کا ذریعہ بنے دُنیا کی فنا ہونے والی تکلیف آخرت کے بے اِنتہا انعامات سے بے انتہا کم ہے اِسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اِن کا پڑھ لینا تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے فاطمہؓ ! اللہ سے ڈر اور اپنے رب کا فریضہ اَدا کر اور اپنے شوہر کا کام انجام دے اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کر یہ گنتی میں ۱۰۰ ہوگئے جو تیرے لیے خادم سے بہتر ہیں۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اِس کے جواب میں عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اُس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ شاید اِس موقع پر اللہ سے ڈرنے کو اِس لیے فرمایا کہ خدمت گزار طلب

کرنے کو اِن کے بلند مرتبہ کے خلاف سمجھا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض بزرگوں سے سُنا ہے کہ سوتے وقت اِن چیزوں کا پڑھ لینا آخرت کے اُجور و دَرجات دلانے کے ساتھ ساتھ دن بھر کی محنت و مشقت کی تھکن کو دُور کرنے کے لیے مجرب ہے۔

حضرت ثوبانؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخری ملاقات حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ سے تشریف لائے اور حسبِ عادت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جانے کے لیے اُن کے گھر پہنچے، اُنہوں نے دروازہ پر (زینت کے لیے عمدہ قسم کا) پردہ لٹکا رکھا تھا اور دونوں بچوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کو چاندی کے کنگن پہنا رکھے تھے۔ آپ ﷺ اَندر داخل ہوئے پھر واپس ہوگئے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سمجھ لیا کہ آپ اِس وجہ سے اَندر تشریف نہیں لائے لہٰذا (اُسی وقت) پردہ ہٹا دیا اور کنگن اُتار لیے۔ دونوں بچے اِن کنگنوں کو لیے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں روتے ہوئے پہنچے۔ آپ ﷺ نے اُن کے ہاتھوں سے کنگن لے لیے اور مجھ سے فرمایا کہ اے ثوبانؓ (راویٔ حدیث) جاؤ فاطمہ کے لیے ایک ہار عصب کا اور دو کنگن ہاتھی دانت کے خرید کر لے آؤ یہ میرے گھر والے ہیں۔ میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ اپنے حصّہ کی عمدہ چیزیں اِس زندگی میں کھالیں (یا پہن لیں)۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک مرتبہ ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک شخص مہمان ہوا اُس کے لیے کھانا پکایا۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو بھی بلا لیتے تو اچھا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی اور آپ ﷺ تشریف لے آئے۔ دروازہ پر پہنچ کر چوکھٹ کو ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ دیکھا کہ گھر میں ایک طرف ایک نقشین پردہ لٹکا ہوا ہے اُس کو دیکھ کر آپ واپس ہوگئے۔ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی واپسی کا کیا باعث ہوا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ نبی کے لیے یہ دُرست نہیں ہے کہ سجاوٹ اور ٹیپ ٹاپ والے گھر میں داخل ہو۔ (مشکوٰۃ عن احمد و ابن ماجہ)

ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (کمسنی میں) صدقہ کے مال کی کھجوروں میں سے

ایک کھجور لے کر منہ میں رکھ لی۔حضورِ اقدس ﷺ نے فورًا منہ سے نکال کر باہر ڈالنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کیا تم کو خبر نہیں کہ صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔(مشکوٰۃ شریف)

تربیت کے سلسلہ کا ایک واقعہ یہ بھی اُسد الغابہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اُس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سورہے تھے۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کچھ پینے کو مانگا وہیں اِن حضرات کی ایک بکری تھی۔آنحضرت ﷺ نے اُس کا دُودھ نکالا ابھی آپ ﷺ نے کسی کو دیا نہ تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے اُن کو ہٹا دیا۔حضرت سیّدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اِن دونوں میں آپ کو وہ دُوسرا (یعنی حضرت حسینؓ) زیادہ پیارا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بات نہیں۔اَصل بات یہ ہے کہ اِس دُوسرے نے اِس سے پہلے طلب کیا تھا۔پھر فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں لڑکے اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک ساتھ ایک جگہ ہوں گے۔(اُسد الغابہ)

وفات :

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیّدِ عالَم ﷺ سے چھ ماہ بعد وفات پائی۔اِس بارے میں اَور بھی اَقوال ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح یہی ہے۔بعض علماء نے کہا کہ آپ ﷺ کے بعد ستر روز عالَمِ دُنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئیں۔(اُسد الغابہ)

حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات پر اُن کو بہت رنج ہوا اور آپ ﷺ کے بعد جب تک زندہ رہیں کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں۔آنحضرت ﷺ نے اُن کو خبر دی تھی کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اِن کی وفات کے وقت حضرت اَسماء بن عُمَیس رضی اللہ عنہا وہیں موجود تھیں۔اِن سے حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ عورت کے جنازہ کو صرف اُوپر سے ایک کپڑا ڈال کر (مردوں کے جنازہ کی طرح) لے جاتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں کا پتہ چل جاتا ہے۔حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز بتائے دیتی ہوں جو حبشہ میں دیکھ کر آئی ہوں یہ کہہ کر درخت کی ٹہنیاں منگا کر ایک مسہری سی بنادی اور اُس پر کپڑا ڈال دیا۔حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اِس کو بہت پسند کیا اور حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب میں وفات پاجاؤں تو تم اور علیؓ مل کر

مجھے غسل دینا اور کسی کو میرے غسل میں شرکت کرنے کے لیے مت آنے دینا۔ جب وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غسل دینے کے لیے آئیں۔ حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا نے اِن کو روک دیا اُنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے اسماء آنحضرت ﷺ کی بیویوں کو آپ ﷺ کی صاحبزادی کے پاس جانے سے کیوں روکتی ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ اُنہوں نے مجھے اِس کی وصیت کی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اچھا اُن کی وصیت پر عمل کرو چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں ان کو غسل دیا [1] اور کفنا کر مسہری پر رکھ دیا۔ حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی [2] حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں رات ہی کو دفن کردی جاؤں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور قبر میں حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ اور اُن کے صاحبزادے فضل رضی اللہ عنہ اُترے۔

کہتے ہیں کہ اِن کی وفات ۳ر رمضان المبارک ۱۱ھ کو ہوئی۔ اُس وقت اُن کی عمر ۲۹ سال تھی اور بعض حضرات نے ۳۰ سال اور بعض نے ۳۵ سال بتائی ہے یہ تمام تفصیل اُسد الغابہ میں لکھی ہے۔ اگر یہ صحیح مانا جائے کہ حضرت رسولِ خدا ﷺ کی عمر شریف کے ۳۵ ویں برس اِن کی ولادت ہوئی تھی تو ۲۸۔۲۹ سال کے درمیان اِن کی عمر ہوتی ہے جبکہ سن وفات ۱۱ھ مانا جائے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے جنہوں نے ۳۵ برس کی عمر بتائی اُن کے قول کی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت آنحضرت ﷺ کی عمر شریف کے ۲۹ ویں

---

[1] حافظ ابن حجرؒ الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن فتحون نے اِس کو بعید سمجھ کر اعتراض کیا ہے کہ حضرت اَسماءؓ اُس وقت حضرت ابوبکرؓ کے نکاح میں تھیں ان کو حضرت علیؓ کے ساتھ مل کر غسل دینا کیونکر درُست ہوا؟ اور دُوسرا اشکال حنفی مذہب کی بناء پر پیش آتا ہے کہ وفات کے بعد شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا (کَمَا قَالَ فِی الْفَتَاوٰی الْعَالَمْگِیْرِیَّةِ وَیَجُوْزُ لِلْمَرْأَةِ اَنْ تَغْسِلَ زَوْجَهَا اَمَّا هُوَ فَلَایَغْسِلُهُمَا عِنْدَنَا) دونوں اشکالوں کا جواب اِس طرح ہوسکتا ہے کہ ممکن ہے حضرت علیؓ پردہ ڈال کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو پانی دیتے جاتے ہوں اور وہ غسل دیتی جاتی ہوں اور انہوں نے کوئی اور عورت اپنے ساتھ مدد کے لیے بلالی ہو، واللہ اعلم۔

[2] بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نمازِ جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کی درخواست پر پڑھائی تھی۔

برس ہونا لازم آتا ہے لیکن یہ کسی کا قول معلوم نہیں ہوا۔ الاستیعاب میں بھی ایک ایسا واقعہ لکھا ہے کہ جس سے ۳۵ برس والے قول کی تردید ہوتی ہے۔

مسند امام احمد بن حنبلؒ میں حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا سے روایت کیا گیا ہے کہ جس مرض میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی میں اُن کی تیمارداری کرتی تھی، ایک روز صبح ہوئی تو مجھ سے فرمایا کہ اے ماں میرے لیے غسل کا پانی رکھ دو چنانچہ میں نے اِس کی تعمیل کی۔ پھر اُنہوں نے بہت اچھی طرح غسل کیا اس کے بعد مجھ سے کپڑے طلب کیے کہ میرے نئے کپڑے دے دو میں نے اِس کی بھی تعمیل کی اور اُنہوں نے مجھ سے کپڑے لے کر زیب ِتن فرمالیے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ میرا بستر بیچ گھر میں بچھا دو۔ چنانچہ میں نے اِس کی بھی تعمیل کی۔ اِس کے بعد وہ قبلہ رُخ ہوکر اور اپنا ہاتھ رُخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا کہ اے ماں! اَب میری جان جاتی ہے میں نے غسل کرلیا ہے مجھے کوئی نہ کھولے۔ چنانچہ اُسی وقت جان بحق ہوگئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس وقت موجود نہ تھے باہر سے تشریف لائے تو میں نے اُن کو خبر کردی۔ اُسد الغابہ میں بھی اِس واقعہ کو (تذکرہ اُم سلمٰیؓ میں) ذکر کیا ہے لیکن علماء اِس کو صحیح نہیں مانتے کہ وفات سے پہلے جو غسل کیا تھا اُس کو کافی سمجھا گیا بلکہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علی اور اَسماء بنتِ عُمیس رضی اللہ عنہما نے بعد وفات غسل دیا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی الاصابہ میں اِس کو بعید تسلیم کیا ہے کہ وفات سے پہلے جو غسل فرمالیا تھا اُس پر اکتفاء کیا گیا ہو۔

جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دُوسرا نکاح نہیں کیا۔ جب اُن کی وفات ہوگئی تو اُن ہی کی وصیت کے مطابق اُن کی بھانجی حضرت اُمامہ بنتِ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آنحضرت ﷺ کی تمام اَولاد آپ ﷺ کی موجودگی ہی میں فوت ہوگئی تھی۔ پھر آپ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی جلد آملیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

واقدی فرماتے تھے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی الموالی سے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت البقیع میں دفن کی گئیں اِس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ وہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ (بن ابی طالب) کے مکان کے ایک گوشہ میں دفن کی گئیں۔ اُن کی قبر اور راستہ کے درمیان سات ہاتھ کا فاصلہ ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَاَرْضَاھَا ✪ ✪ ✪

گلدستۂ اَحادیث

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

اِسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ .

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکٰوۃ ص ۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : اِسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر رکھی گئی ہے۔ سب سے اوّل لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اِس بات کا اِقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اَور محمد ﷺ اللہ کے بندے اَور اُس کے رسول ہیں)، دوم نماز قائم کرنا، سوم زکٰوۃ ادا کرنا، چہارم حج کرنا، پنجم رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ف : شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اِس حدیث کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں : یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اُصول اَور اہم اَرکان ہیں، نبی اکرم ﷺ نے اِس پاک حدیث میں بطورِ مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر کھڑا ہوتا ہے، پس کلمۂ شہادت خیمہ کی دَرمیانی لکڑی کی طرح ہے اَور بقیہ چاروں اَرکان بمنزلہ اُن چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اَور اگر یہ لکڑی موجود ہو اَور چاروں طرف کے کونوں میں سے کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ تو قائم ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہوگی وہ جانب ناقص اَور گری ہوئی ہوگی۔

پانچ اہم باتیں :

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِخَمْسِ کَلِمَاتٍ فَقَالَ اِنَّ

اَللّٰہَ لَایَنَامُ وَلَایَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّنَامَ، یَخْفِضُ الْقِسْطَ وَیَرْفَعُہٗ ، یُرْفَعُ اِلَیْہِ عَمَلُ اللَّیْلِ قَبْلَ عَمَلِ النَّھَارِ وَعَمَلُ النَّھَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّیْلِ، حِجَابُہُ النُّوْرُ لَوْکَشَفَہٗ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ مَاانْتَھٰی اِلَیْہِ بَصَرُہٗ مِنْ خَلْقِہٖ .

(مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۲۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہمیں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اَور پانچ باتیں اِرشاد فرمائیں، فرمایا: ☆ اللہ تعالیٰ سوتے نہیں ہیں اَور سونا اُن کی شان کے مناسب بھی نہیں ہے۔☆ وہ ترازو کو پست اَور بلند کرتے ہیں ☆ دِن کے عمل سے پہلے رات کے عمل اَور رات کے عمل سے پہلے دن کے عمل اُن کے پاس پہنچادِیے جاتے ہیں ☆ اُن کا حجاب نور ہے جسے اگر وہ اُٹھادیں تو اُن کی ذات پاک کا نور مخلوقات کی تاحدِنگاہ تمام چیزوں کو جلا کر خاکستر کر دے۔

اللہ تعالیٰ ہر بندہ کے متعلق پانچ باتیں لکھ کر فارغ ہو چکے ہیں :

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ فَرَغَ اِلٰی کُلِّ عَبْدٍ مِّنْ خَلْقِہٖ مِنْ خَمْسٍ مِنْ اَجَلِہٖ وَعَمَلِہٖ وَمَضْجَعِہٖ وَاَثَرِہٖ وَرِزْقِہٖ .

(بحوالہ مشکوۃ ص)

حضرت ابودَرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے ہر ایک بندے کے متعلق پانچ باتوں سے (تقدیر لکھ کر) فارغ ہو چکے ہیں (۱) اُس کی موت (کہ کب آئے گی)، (۲) اُس کے (نیک وبد) اَعمال، (۳) اُس کے رہنے کی جگہ، (۴) اُس کے حرکات وسکنات (یعنی اُس کے کام کاج) کی جگہ، (۵) اُس کا رزق۔

ایک مسلمان کے دُوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں :

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّالسَّلَامِ وَعِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَۃُ الدَّعْوَۃِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ. (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۱۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : ایک مسلمان کے دُوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں : (۱) سلام کا جواب دینا (۲) بیمار کی عیادت کرنا (۳) جنازے کے ساتھ جانا (۴) دعوت قبول کرنا (۵) چھینکنے والے کا جواب دینا۔

ف : اِس حدیثِ پاک میں اِسلام کے پانچ حقوق ذکر کیے گئے ہیں جبکہ ایک دُوسری حدیث میں چھ حقوق ذکر کیے گئے ہیں پانچ تو یہی چھٹا خیر خواہی کرنا۔ اِس بارہ میں یہ بات جان لینی چاہیے کہ اَحادیث میں حقوق کی جو تعداد ذکر کی گئی ہے وہ حصر کے طور پر نہیں ہے کہ بس یہی حقوق ہیں اَور نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کے دُوسرے مسلمان پر بہت زیادہ حقوق ہیں جن کو بتدریج مختلف اَحادیث میں تھوڑا تھوڑا کر کے بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ احکام بذریعۂ وحی آپ کے پاس اِسی طرح بتدریج نازل ہوئے ہوں یعنی پہلے تو پانچ حقوق کا حکم نازل کیا گیا ہو پھر چھ حقوق کے احکام نازل کیے گئے ہوں۔ اِس طرح دونوں مختلف حدیثوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اَور کچھ تعارض باقی نہیں رہتا۔

شہداء پانچ قسم کے لوگ ہیں :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ .

(بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ ص ۱۳۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : شہداء پانچ (قسم کے لوگ) ہیں: (۱) طاعون میں مرنے والا (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا (۳) پانی میں (بے اِختیار) ڈوب کر مرنے والا (۴) دیوار یا چھت کے نیچے دَب کر مرنے والا (۵) اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا۔

ف : پیٹ کی بیماری میں مرنے والا وہ بھی ہوسکتا ہے جسے دست و اِسہال کی تکلیف ہو، وہ بھی ہوسکتا ہے جسے اِستسقاء کی تکلیف ہو اَور وہ بھی ہوسکتا ہے جو حرام مال سے بچنے کے لیے بھوک کی شدت برداشت کرتے ہوئے مرجائے۔

ایک زائرِ حرم کی اِلتجا

﴿ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن عطا مفتاحی، بھاگلپور، انڈیا ﴾

کس منہ سے کروں شکر ادا میرے خدایا
مجھ جیسے گنہگار کو بھی تو نے بلایا

بخشش نے تری بڑھ کے گلے مجھ کو لگایا
ڈوبا ہوا دلدل میں گناہوں کے جو پایا

میں بندۂ ناپاک خدایا ترا گھر پاک
بس پاک بنا دے مجھے جب دَر پہ بلایا

میں ذرۂ ناچیز فرو مایۂ و ناداں
تو قادر و مختار و خطا بخش خدایا

بے مانگے مجھے تو نے عطا کی ہے یہ دولت
میرا کہاں یہ منہ کہ حرم دیکھوں خدایا

میں ایسا گنہگار کہ بس عیب سراپا
تو ایسا خطا پوش کہ ہر عیب چھپایا

میں نے تو شب و روز معاصی میں گزارے
تو ڈالے رہا مجھ پہ عنایات کا سایا

جاؤں تو میں کس منہ سے ترے دَر پہ الٰہی
افسوس کہ میں نے تو فقط شر ہی کمایا

بدکاری و نالائقی پہچان مری ہے
پونجی ہے یہی میری یہی میرا ہے مایا

تو نے تو محبت سے بلایا مرے مولیٰ
میں نے ہی گناہوں کو فقط دوست بنایا

لیکن مرے مولیٰ تو خداوندِ کرم ہے
اُس کو بھی دیا تو نے، تجھے جس نے بھلایا

تو نے جو عنایت کی نظر اپنی اُٹھائی
شیطان صفت جو تھا ولی اُس کو بنایا

بادل جو ذرا اُٹھا ترے لطف و کرم کا
بندوں کے گناہوں کے پہاڑوں کو بہایا

بس ایک نظر ایسی ہی آقا مری جانب
میرے بھی ہر اِک جرم کا جو کر دے صفایا

نااہل ہوں لائق تو نہیں فضل و کرم کے
پابندِ سبب تو بھی نہیں میرے خدایا

نااہل کو تو چاہے اگر اہل بنا دے
مفلس کو غنی کرتی ہے تیری ہی عطایا

بخشش کو تری میرے گناہ ڈھونڈ رہے ہیں
دِکھلا دے ذرا ایک جھلک اُس کی خدایا

جب دَر پہ بلایا ہے تو اپنا ہی بنا لے
پڑنے نہ دے اَب مجھ پہ کسی جرم کا سایا

اللہ مری حاضری مقبول بھی کر دے
جب تو نے کرم کر کے مجھے دَر پہ بلایا

مایوس نہیں ہے تری رحمت سے عطؔا بھی
جیسا بھی ہے بندہ تو ہے تیرا ہی خدایا

محرم الحرام کے فضائل واَحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب ﴾

ماہِ محرم الحرام کے روزوں کی فضیلت :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُاللّٰهِ الْمُحَرَّمُ.

(صحیح مسلم فی الصوم ، ابوداؤد ، ترمذی ، ابن ماجه)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینہ ''محرم'' کے روزے ہیں''۔

فائدہ : اِس مہینے کی عظمت وفضیلت بتلانے اور ظاہر کرنے کے لیے اس کو اللہ کا مہینہ فرمایا گیا ورنہ تمام مہینے اور دن اللہ ہی کی مخلوق ہیں اور اُسی کے حکم سے چلتے ہیں اور بعض دُوسرے روزوں (مثلاً ذی الحجہ، شوال وغیرہ) کی فضیلتیں بھی اپنی جگہ ہیں لیکن محرم کے روزوں کو جو خاص قسم اور نوعیت کی فضیلت حاصل ہے اُس قسم کی فضیلت رمضان کے بعد محرم کے علاوہ دُوسرے روزوں کو حاصل نہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۳۶۸) اور اس حدیث میں محرم کے روزے سے صرف دسویں تاریخ یعنی عاشورہ کا روزہ مراد نہیں بلکہ محرم کے مہینے کے عام روزے مراد ہیں (مرقاۃ ج ۴ ص ۲۸۶) لہٰذا اِس مہینے میں کسی بھی دِن روزہ رکھ لیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، یہی زیادہ صحیح اور راجح ہے اور دس محرم کے روزے کی فضیلت اس کے علاوہ مستقل اور علیحدہ ہے لیکن عاشوراء (یعنی دس محرم کا روزہ) بھی محرم ہی کے مہینہ میں داخل ہے لہٰذا اِس سے یہ فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَ يَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِىْ فَاِنَّ بِىْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِىْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَالَ زِدْنِىْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا. (ابوداؤد فی صوم اشهر الحرم . ابن ماجه فی صيام اشهر الحرم و مسند احمد)

''حضور اکرم ﷺ نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) اِرشاد فرمایا کہ صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے لہٰذا میرے لیے اور اضافہ کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجئے پھر اُن صحابی نے عرض کیا کہ میرے لیے اور اضافہ فرما دیجیے (کیونکہ مجھے اِس سے زیادہ کی طاقت ہے)۔ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجئے پھر اُن صحابی نے عرض کیا کہ میرے لیے اور اضافہ فرما دیجئے تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اشھر حرم (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ اِرشاد فرمائی) اور آپ نے اپنی تین اُنگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملا دیا پھر چھوڑ دیا (مطلب یہ تھا کہ اِن مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اِسی طرح کرتے رہو''۔

فائدہ : حدیث شریف میں اِن چار مہینوں کے اندر روزہ رکھنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے ضروری نہیں کہ ہر شخص اِس طریقہ پر عمل کرے بلکہ جس طرح اور جتنے روزے کوئی رکھ سکتا ہو اجازت ہے۔ حضور ﷺ نے اُن صحابی کے لیے یہی طریقہ مناسب سمجھا تھا اس لیے اُن کی شان اور حالت کے مطابق یہ طریقہ تجویز فرمایا۔

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَیُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ لَهُ مَاسَمِعْتُ اَحَدًا یَسْأَلُ عَنْ هٰذَا اِلَّا رَجُلًا سَمِعْتُهُ یَسْأَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهُ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ شَهْرٍ تَأْمُرُنِیْ اَنْ اَصُوْمَ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ؟ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَائِمًا بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ فَصُمِ الْمُحَرَّمَ فَاِنَّهُ شَهْرُ اللّٰهِ فِیْهِ یَوْمٌ تَابَ اللّٰهُ فِیْهِ عَلٰی قَوْمٍ وَیَتُوْبُ فِیْهِ عَلٰی قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ

(ترمذی باب صوم المحرم و مسند احمد ج۱ ص ۱۵۴، ۱۵۵)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا، ماہِ رمضان کے بعد آپ کس مہینے میں مجھے روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ جواب دیا اس مسئلہ کو ایک شخص نے رسول

اکرم ﷺ سے اُس وقت دریافت کیا تھا جبکہ میں آپ کے پاس تھا۔ اُس آدمی نے پوچھا تھا۔ یارسول اللہ! ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد مجھے کس مہینہ میں روزے رکھنے کا حکم ہے؟ اِرشاد عالی ہوا تھا ماہِ رمضان کے روزوں کے بعد اگر تم روزے رکھنا چاہتے ہو تو ماہِ محرم کے روزے رکھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وہ مہینہ ہے جس کے ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایک قوم (یعنی بنی اسرائیل) کی توبہ قبول کی اور اُسی دن ایک دُوسری قوم کی بھی توبہ قبول فرمائے گا۔''

فائدہ : کیونکہ محرم کا مہینہ عظمت واحترام والے مہینوں میں سے ہے جن میں عبادت کی خاص فضیلت ہے اور روزہ بھی اہم عبادت ہے لہٰذا دُوسری عبادات کے ساتھ ساتھ روزے کی عبادت کو بھی ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے خاص اہمیت وفضیلت عطا کی گئی ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محرم الحرام کا مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات واَنوار اِس مہینہ میں نازل ہونے کی وجہ سے اِس مہینہ کو خاص طور پر اللہ کا مہینہ فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا اِس مبارک مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیے اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے تاکہ اِس مبارک مہینے کے تقاضے پورے ہونے کے ساتھ ساتھ اِسلامی سال کی ابتداء سال کے باقی آنے والے مہینوں کے لیے نیک فال ثابت ہو۔

اِن فضائل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اِس مہینے میں زیادہ سے زیادہ عبادت واطاعت میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کیا جاتا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جب نیا اسلامی سال شروع ہوتا ہے تو بہت سے لوگوں کی طرف سے اس کی ابتداء اللہ جل شانہٗ کے حکموں کو پورا کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں پر چلنے کے بجائے اللہ کے حکموں کو توڑنے اور رسول ﷺ کے طریقوں کی خلاف ورزی سے کی جاتی ہے۔ ہر طرف شرک وبدعات اور من گھڑت کاموں کا دَور شروع ہو جاتا ہے خاص طور پر محرم کی دسویں تاریخ میں خود تراشیدہ رسومات وبدعات کر کے ثواب حاصل کرنے کے بجائے بہت سے لوگ اُلٹا گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اِس مہنے میں گناہ کر کے سخت عذاب ووبال کے مستحق ہوتے ہیں جو کہ اپنے اُوپر بہت بڑا ظلم ہے۔

دس محرم کا دن :

گزشتہ تفصیل سے محرم الحرام کے مہینے کی فضیلت وعظمت اور اِس مہینے میں عبادت اور روزے کی اہمیت اچھی طرح واضح ہو چکی ہے پھر اِس مہینے میں جو فضیلت عاشوراء یعنی دس محرم کے دن کو حاصل ہے وہ اِس مہینے کے دُوسرے عام دنوں سے بھی زیادہ ہے اور دس محرم کے روزے کی جو فضیلت ہے وہ اِس مہینے کے عام دنوں کے روزوں سے بھی زیادہ ہے ایک تو خود دس محرم کے دن کی وجہ سے دُوسرے محرم کے مہینے کا دن ہونے کی وجہ سے۔ جمہور صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک عاشوراء سے دس محرم کا دن مراد ہے اور لغت کے اعتبار سے بھی عاشوراء کا لفظ دس محرم پر ہی صادق آتا ہے۔ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی۔ یہود ونصاریٰ اور قریش مکہ اِس دن کی فضیلت کے قائل تھے اور اِس دن کی تعظیم کیا کرتے تھے اور حضور اکرم ﷺ بھی اِس دن میں روزہ رکھا کرتے تھے اور دُوسروں کو بھی اِس دن روزہ رکھنے کی ترغیب دیتے تھے زمانہ جاہلیت میں کعبہ کو غلاف بھی اِس دن پہنایا جاتا تھا۔ اور رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے اِس دن کا روزہ فرض تھا جو کہ بعد میں منسوخ ہو گیا مگر اَب بھی اِس دن کے روزے کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اِس سے ایک سال کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

بعض حدیث کی شروحات اور سیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دس محرم کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے پر آئی تھی۔ اِسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اِسی دن آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اِسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی اور اِسی دن اُن کی اُمت کا قصور معاف ہوا، اور اِسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکالے گئے۔ اِسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مرض سے صحت عطا ہوئی اور اِسی دن حضرت اِدریس علیہ السلام آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اِسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ اِسی حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا۔ اِس کے علاوہ اور بھی واقعات اِس دن کے متعلق لکھے ہیں اِس قسم کے واقعات اور روایات میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر اِن سے بھی مجموعی طور پر کسی نہ کسی درجہ میں اِس دن کی فضیلت وعظمت ظاہر ہوتی ہے۔
(ماخوذ اَز خصائل نبوی بتغیر ص ۲۶۰، کذا فی عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۱۷، اَوجز المسالک ج ۳ ص ۴۸)۔

اِس کے علاوہ بعض دُوسری چیزیں اور اُن کے متعلق مختلف فضائل بھی محرم اور خاص کر دس محرم کے

دن کے بارے میں عوام میں مشہور ہیں مثلاً اِس دن خوشبو یا خضاب لگانا، غسل کرنا، لباس تبدیل کرنا، زیب وزینت کرنا، صلٰوۃ العاشوراء کے نام سے باجماعت نماز ادا کرنا، رشتہ داروں وعزیزوں سے ملنا، قبروں کی زیارت کرنا، قبروں کو پختہ کرنا، قبروں پر سبز چھڑیاں اور شاخیں رکھنا، اُن پر مٹی ڈالنا اور لپائی وغیرہ کرنا، مصافحہ و معانقہ کرنا، اِس دن کھچڑ، حلیم، کھیر، حلوا یا کسی اور قسم کا کھانا وغیرہ پکا کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا اپنے رشتے داروں کی رُوحوں کو ثواب بخشنا، اُن کے نام کی نذر و نیاز دینا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رُوح کو اِس دن حاضر سمجھنا، روٹیاں پکا کر تقسیم کرنا اور چھت کے اُوپر سے پھینکنا، شادی کے بعد پہلی محرم میں بیوی کو ماں باپ کے گھر بھیج دینا، مختلف قسم کے سوگ کرنا، عورتوں کا بالوں کو کھول دینا، زیب وزینت کی تمام چیزوں کو ترک کر دینا، چوڑیاں توڑ ڈالنا، ماتم ونوحہ کرنا، سیاہ لباس پہننا، ننگے پاؤں پھرنا، چار پائی پر نہ سونا، سر پر سبز رنگ کی ٹوپی رکھنا، بچوں کے گلے میں سبز رنگ کی تھیلیاں لٹکا دینا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فقیر ہیں۔ سبیل لگانا، نوحہ وماتم کرنا، مرثیہ پڑھنا، تعزیوں پنجوں کو نکالنا اور اُن پر عرضیاں لگانا، وغیرہ وغیرہ۔ اِس قسم کی تمام باتیں اور اِن کے بارے میں مختلف فضائل موضوع اور گھڑے ہوئے ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں اور اِن چیزوں کا اِس دن سے کوئی تعلق نہیں اور بعض اِن میں سے شرک کے قریب تر ہیں، لہٰذا اِس قسم کی تمام باتوں سے بچنا ضروری ہے۔ (والتفصیل فی ماثبت بالسنہ فی ایام السنہ اَز شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ)

دس محرم کے روزہ کی فضیلت :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ مَارَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَتَحَرّٰی صِیَامَ یَوْمٍ فَضَّلَہٗ عَلٰی غَیْرِہٖ اِلاَّ ھٰذَا الْیَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَھٰذَا الشَّھْرَ یَعْنِیْ شَھْرَ رَمَضَانَ. (مشکوۃ صحیح بخاری وصحیح مسلم).

''حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ رسولِ کریم ﷺ کسی خاص دن روزہ کا اہتمام فرماتے ہوں اور اُس کو کسی دُوسرے دن پر فضیلت دیتے ہوں مگر سوائے اِس دس محرم کے دن کے اور اِس مہینہ یعنی رمضان المبارک کے مہینہ کے۔''

فائدہ : حضور ﷺ کے طرزِ عمل سے حضرت ابن عباس ؓ نے یہی سمجھا کہ آپ جس قدر نفلی روزوں میں عاشورے کے دن کے روزے کا اہتمام فرماتے تھے اِتنا رمضان کے بعد کسی دُوسرے نفلی روزے کا نہیں

فرماتے تھے۔اس حدیث سے دس محرم کے روزہ کی فضیلت بالکل ظاہراور واضح ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صِیَامُ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ اَحْتَسِبُ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّکَفِّرَ السَّنَۃَ الَّتِیْ قَبْلَہٗ . (صحیح مسلم ، ابوداوٗد و مسند احمد)

'' فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ سے میں اُمید رکھتا ہوں کہ دس محرم کا روزہ رکھنا گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے''۔[۱]

تشریح : علماءِ کرام کی تحقیق کے مطابق اِس روزہ سے صغیرہ گناہوں کی بخشش ہوتی ہے اور صغیرہ گناہوں کی بخشش بھی بہت بڑی نعمت ہے اور کبیرہ گناہوں کے لیے توبہ ضروری ہے اور سچی توبہ کے لیے تین باتیں ضروری ہیں۔

(۱) پہلی یہ کہ گزرے ہوئے گناہوں پر افسوس اور شرمندگی کا ہونا اور ساتھ ہی جن چیزوں کی قضاء ضروری ہے خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں (جیسے قضاء نمازیں ، روزے ، زکٰوۃ ، حج ، قربانی ، صدقۂ فطر ، قسم کا کفارہ ، جائز منت وغیرہ) اِن کو حسبِ قدرت ادا کرنا اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں (جیسے قرض ودین ، میراث ، کسی بھی قسم کا جانی مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ) اِن کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرنا یا حقدار سے معافی حاصل کرنا۔

(۲) دُوسری یہ کہ اِس وقت فوراً اِن گناہوں کو چھوڑ دینا اور اِن سے الگ ہوجانا۔

(۳) تیسری یہ کہ آئندہ کے لیے اِن گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ اِرادہ کرلینا۔

---

[۱] یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب محرم کے روزوں کو رمضان کے بعد تمام مہینوں کے روزوں پر فضیلت حاصل ہے تو نبی کریم ﷺ کا محرم کے بجائے شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے کا معمول کیوں تھا؟ جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت اُم سلمہؓ کی روایات سے پتہ چلتا ہے جو ترمذی وغیرہ میں مذکور ہیں۔اس کا جواب علامہ نوویؒ نے یہ دیا ہے کہ شاید آپ کو محرم میں بعض عوارض مثلاً سفر ، بیماری وغیرہ کی وجہ سے زیادہ روزے رکھنے کا موقع نہ ملا ہو یا آپ کو محرم کے روزوں کی اس درجہ فضیلت کا علم آخری حیات میں دیا گیا ہو (اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت ہو) (نووی شرح مسلم ج۱ ص ۳۶۵)۔اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھنے کی کئی وجہ ہوسکتی ہیں مثلاً رمضان کا احترام اور تعظیم اور اس کی تیاری اور رمضان کا قرب اور اس کے خاص انوار و برکات سے مزید مناسبت پیدا کرنے کا شوق اور داعیہ اور اس کا استقبال اور شعبان کے ان روزوں کی وہی نسبت اور برکت ہوگی جو فرض نمازوں سے پہلے پڑھے جانے والے نوافل کو فرضوں سے ہوتی ہے اور اس مہینہ میں شبِ براءت اور اس کے فضائل کا پایا جانا وغیرہ بھی اس مہینہ میں زیادہ روزے رکھنے کا باعث ہوسکتا ہے۔اور ان میں سے بعض باتوں کا احادیث میں بھی ثبوت ملتا ہے۔

دس محرم اور اُس کے روزہ کی شرعی و تاریخی حیثیت واہمیت :

عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ کَانُوْا یَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ یُّفْرَضَ رَمَضَانَ وَکَانَ یَوْمًا تُسْتَرُ فِیْهِ الْکَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللّٰهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ شَآءَ اَنْ یَّصُوْمَهٗ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ شَآءَ اَنْ یَّتْرُکَهٗ فَلْیَتْرُکْهُ.

(بخاری فی الحج ، صحیح مسلم فی الصیام ، ترمذی فی الصوم، ابوداؤد فی الصوم ، موطاء امام مالك فی الصیام ، دارمی فی الصوم و مسنداحمد)

''اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ دس محرم کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے اور دس محرم کے دن کعبہ کو غلاف بھی پہنایا جاتا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے فرض فرمادِیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو چھوڑنا چاہے وہ چھوڑ دے''۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ کَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ تَصُوْمُهٗ قُرَیْشٌ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَصُوْمُهٗ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ صَامَهٗ وَأَمَرَ بِصِیَامِهٖ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَکَ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ فَمَنْ شَآءَ صَامَهٗ وَمَنْ شَآءَ تَرَکَهٗ.

(صحیح بخاری فی الصیام واللفظ لهٗ صحیح مسلم فی الصوم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ قریش مکہ زمانۂ جاہلیت میں دس محرم کے دن روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی روزہ رکھتے تھے۔ پھر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں خود اِس کا روزہ رکھا اور دُوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو دس محرم کے دن روزہ رکھنا چھوڑ دیا جس کی خواہش ہوتی اُس دن روزہ رکھتا اور جو چاہتا اُس دن روزہ نہ رکھتا''۔

فائدہ : دس محرم کا روزہ رکھنا ابتداءِ اسلام میں رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے فرض تھا

بعد میں اس کے فرض ہونے کی حیثیت منسوخ اور ختم ہوگئی جس کی تائید مندرجہ بالا احادیث سے ہوتی ہے اور بعض دُوسری احادیث سے بھی یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے مگر اِس روزے کے اہم فضائل اور اِس کا سنت و مستحب ہونا اَب بھی باقی ہے۔ ۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَوَجَدَ الْیَھُوْدَ صِیَامًا یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَاھٰذَا الْیَوْمُ الَّذِیْ تَصُوْمُوْنَہٗ فَقَالُوْا ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ اَنْجَی اللّٰہُ فِیْہِ مُوْسٰی وَقَوْمَہٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَہٗ فَصَامَہٗ مُوْسٰی شُکْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ فَصَامَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ.

(بخاری فی الصوم، مسلم فی الصیام ، ابوداؤد فی الصوم ، ابن ماجہ فی الصیام ،دارمی فی الصوم شرح معانی الاٰثار ومسند احمد)

''حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو دس محرم کے دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اُن سے پوچھا کہ اِس دن کی کیا خصوصیت ہے کہ تم روزہ رکھتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم (اور نیک) دن ہے، اِسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ اور اُن کی قوم کو نجات دی (اور فرعون پر غلبہ عطا فرمایا) اور فرعون اور اُس کی قوم کو غرق کیا، چونکہ موسیٰؑ نے بطورِ شکر (اور بطورِ تعظیم) اِس دن روزہ رکھا تھا اِس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے مقابلے میں ہم موسیٰؑ سے زیادہ قریب ہیں اور (بطورِ شکر روزہ رکھنے کے) زیادہ حقدار ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے دس محرم کے دن خود بھی روزہ رکھا اور دُوسروں کو روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی''۔

---

۱ موطاء امام مالک اور ابوداؤد میں یہ الفاظ بھی ہیں ''**فلما فرض رمضان کان ھو الفریضۃ**'' اور سننِ ترمذی میں یہ الفاظ ہیں ''**فلماافترض رمضان کان رمضان ھو الفریضۃ** '' ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہوجانے کے بعد دس محرم کے روزے کی فرضیت ختم ہوگئی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۸۴، عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۱۱ ص ۱۱۹، فتح الباری شرح بخاری لحافظ ابن حجرؒ ج ۴ ص ۲۱۴ باب صیام یوم عاشوراء۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی ؓ قَالَ کَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَآءَ یَوْمًا تُعَظِّمُہُ الْیَھُوْدُ وَتَتَّخِذُہٗ عِیْدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صُوْمُوْہُ اَنْتُمْ.(بخاری فی الصوم والمناقب، مسلم فی الصیام واللفظ لہٗ مسند احمد و شرح معانی الاٰثار)

''حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودی دس محرم کے دن کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے اور اِس دن عید منایا کرتے تھے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اِس دن روزہ رکھو۔''

تنہا دس محرم کا روزہ :

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ حِیْنَ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِنَّہٗ یَوْمٌ تُعَظِّمُہُ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَاِذَا کَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ صُمْنَا الْیَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ فَلَمْ یَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتّٰی تُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ . (مسلم و ابو داؤد). [1]

''حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کے دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اِس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ ایسا دن ہے کہ یہود ونصارٰی اِس کی بہت تعظیم کرتے ہیں (اور روزہ رکھ کر ہم اِس دن کی تعظیم کرنے میں یہود ونصارٰی کی موافقت کرنے لگتے ہیں جبکہ ہمارے اور اُن کے دین میں بڑا فرق ہے)۔آپ نے فرمایا کہ آئندہ سال اِنشاء اللہ ہم نویں تاریخ کو (بھی) روزہ رکھیں گے۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آئندہ سال محرم سے پہلے ہی (ربیع الاول) آپ کا وصال ہوگیا''۔

---

[1] بعض حضرات کو اس حدیث سے مغالطہ لگا ہے کہ عاشوراء کا روزہ صرف نویں تاریخ کو رکھنا چاہیے حالانکہ اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ صرف دسویں تاریخ کا تنہا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ ملالیا جائے یا پھر دسویں کے ساتھ گیارہویں تاریخ کا روزہ ملالیا جائے ان دونوں باتوں کی تائید اور وضاحت خود حضرت ابن عباسؓ کی دوسری روایات سے ہوتی ہے جو کہ آگے آرہی ہیں۔

فائدہ : نبی کریم ﷺ اِبتداء اسلام میں اُن باتوں میں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہلِ کتاب (یہود و نصارٰی) کی موافقت کو پسند فرماتے تھے جس میں بہت سی حکمتیں تھیں لیکن بعد میں یہ بات منسوخ اور ختم ہوگئی اور اہلِ کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام کیا جانے لگا تھا جو بہت سی وجہ سے ضروری تھا۔ (خصائل نبوی بتغیر)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ صُوْمُوا التَّاسِعَ وَالْعَاشِرَ وَخَالِفُوا الْیَهُوْدَ.

(ترمذی ج۱ ص ۹۴ بیہقی، معارف السنن ج۵ ص ۴۳۴)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم نویں اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو''۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ صَوْمِ عَاشُوْرَآءَ صُوْمُوْهُ وَصُوْمُوْا قَبْلَهٗ یَوْمًا اَوْبَعْدَهٗ یَوْمًا وَلَاتَشَبَّهُوْا بِالْیَهُوْدِ.

(شرح معانی الآثار باب صوم یوم عاشورآء)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے عاشوراء کے روزہ سے متعلق فرمایا کہ تم دس محرم کا روزہ رکھو اور اِس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھو اور یہودیوں کے ساتھ مشابہت مت اختیار کرو''۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صُوْمُوْا یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ وَخَالِفُوْا فِیْهِ الْیَهُوْدَ وَصُوْمُوْا قَبْلَهٗ یَوْمًا اَوْبَعْدَهٗ یَوْمًا.

(مسند احمد، سنن کبرٰی بیہقی، جمع الفوائد، کنزالعمال ج۸ ص۵۷۰)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھو تم دس محرم کا اور مخالفت کرو اِس میں یہود کی اور (وہ اِس طرح کہ) روزہ رکھو اِس سے ایک دن پہلے کا بھی یا ایک دن بعد کا بھی''۔

فائدہ : آپ نے یہود کی مخالفت کا اِرادہ فرمالیا تھا لیکن اِس کے بعد آپ ﷺ اگلے سال محرم کے آنے سے پہلے ہی ربیع الاول میں واصل بحق ہوگئے اور آپ کا یہ اِرادہ فرمانا بھی عمل کے درجہ میں

تھا (مرقاۃ ج۴ ص۲۸۸)۔ آپ ﷺ کے اِن ارشادات کے پیشِ نظر دس محرم کا روزہ رکھنا یہودیوں کی مشابہت سے خالی نہ تھا اور اُس کو چھوڑ دینا بھی اُس کے فضائل اور برکات سے محرومی کا باعث ہوتا لہٰذا فقہاء کرام اِن اِرشادات کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ تنہا دس محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی (یعنی خلافِ اُولیٰ) ہے اور بہتر و مستحب یہ ہے کہ دس محرم کے ساتھ ایک دن پہلے یعنی نویں تاریخ کا ایک روزہ اور ملا لیا جائے اور اگر ایک دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھ سکے تو ایک دن بعد کا ایک روزہ اِس کے ساتھ اور ملا لیا جائے تاکہ یہودیوں کی مخالفت بھی ہو جائے اور اِس دن کے روزہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے۔ (فتح القدیر، مراقی الفلاح وغیرہ)

دس محرم کو اہلِ وعیال پر وسعت کرنا :

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَوْسَعَ عَلٰی عِیَالِهٖ وَاَهْلِهٖ یَوْمَ عَاشُوْرَآءَ اَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَیْهِ سَآئِرَ سَنَتِهٖ.

(رواه البیهقی وغیره من طرق، وعن جماعة من الصحابة، وقال البیهقی هٰذِهِ الْاَسَانِیْدُ وَاِنْ كَانَتْ ضَعِیْفَةً فَهِیَ اِذَا ضُمَّ بَعْضُهَا اِلٰی بَعْضٍ اَخَذَتْ قُوَّةً. الترغیب والترهیب ج۲ ص۱۷ مطبوعه بیروت).

''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ جس نے اپنے اہل وعیال پر دس محرم کے دن (نان ونفقہ میں) کشادگی وفراخی کی اللہ تعالیٰ تمام سال اُس پر کشادگی وفراخی فرمائیں گے''۔

فائدہ : حضرت امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اِس عمل کا بارہا تجربہ کیا ہے اور ہم نے اپنے تجربہ میں اس کو صحیح پایا (قَالَ سُفْیَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذٰلِكَ (مشکوٰة ص۱۷۰). لہٰذا اگر کوئی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے صرف برکت حاصل کرنے کے لیے اِس دن اپنے گھر میں اپنی حیثیت کے مطابق اچھا اور عمدہ کھانا تیار کر لے تو جائز ہے (بشرطیکہ اِس میں اور کوئی غلط اور فاسد عقیدہ یا عمل شامل نہ ہو مثلاً غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنے یا حضرت حسینؓ کی نذر و نیاز اور ایصال ثواب کی نیت وغیرہ)۔

تشریح : اس حدیث کو اگرچہ بعض محدثین رحمہم اللہ نے غیر ثابت قرار دیا ہے لیکن بعض دوسرے حضرات نے اس کے بجائے ضعیف کہا ہے اور چونکہ یہ حدیث مختلف طریقوں سے مروی ہے جس کی ایک

دُوسری سے تائید اور تقویت ہوتی ہے اور محدث حافظ ابوفضل عراقی رحمہ اللہ کے بقول تو اس کی بعض سندیں امام مسلمؒ کی شرائط پر پوری اُترتی ہیں لہٰذا یکطرفہ طور پر اس حدیث کو بالکل موضوع قرار دے کر انکار کرنا صحیح نہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ کوئی فرض، واجب یا سنت عمل نہیں ہے بلکہ صرف دُنیاوی برکت کے بارے میں ایک عمل ہے اگر کوئی یہ عمل نہ بھی کرے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ جو یہ عمل نہ کرے وہ تمام سال بے برکتی میں مبتلا رہے گا لہٰذا اس عمل میں حد سے آگے بڑھنا مثلاً اِس کو ضروری فرض واجب سمجھنا یا اِس کے ساتھ فرض و واجب جیسا معاملہ کرنا، اِس کی ایسی پابندی کرنا کہ لوگ اِس کو لازم ضروری یا سنت سمجھنے لگیں یا اِس کے لیے اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنا، فضول خرچی کرنا یا اِس کے لیے قرض لینا اور کسی خاص قسم کے کھانے (مثلاً کھچڑ، کھیر، حلیم وغیرہ) کو مخصوص لازم کرنا، اِس کو اِتنا بڑھانا کہ ہر علاقہ اور محلّہ والوں کو اس میں شامل کرنے کا اہتمام والتزام کرنا اور بڑی بڑی دیگیں اُتارنا یہ تمام چیزیں گناہ اور شریعت پر زیادتی ہیں۔ اس قسم کی خرابیوں کے ساتھ اگر یہ عمل کیا جائے گا تو بجائے فائدے کے اُلٹا گناہ اور نقصان ہوگا کیونکہ گناہ سے بجائے برکت کے اُلٹی بے برکتی ہوتی ہے۔

لہٰذا نیک اعمال کرنا اور گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا اِس کشادگی و فراخی والے عمل سے زیادہ ضروری اور اہم ہے، نہ یہ کہ کھانے پکانے کا تو بہت اہتمام کیا جائے اور نماز، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ جیسے بڑے احکام سے غفلت اختیار کی جائے جیسا کہ عام طور پر آج کل ہو رہا ہے۔ اسی سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص اس دن اس عمل میں حد سے آگے بڑھے گا یا کسی قسم کا کوئی گناہ کرے گا (جیسا کہ آج کل بے شمار گناہوں کا دَور دَورہ ہے) تو باوجود اس وسعت اور فراخی والے عمل کو انجام دینے کے پھر بھی بے برکتی میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

ذِکرِ حَسنَین رضی اللہ عنہما

﴿ حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

✡ ✡ ✡

دوشِ نبی ﷺ کے شہسواروں کی بات کر
کون و مکاں کے راج دُلاروں کی بات کر

جن کے لیے ہیں کوثر و تسنیم موجزن
اُن تشنہ کام بادہ گُساروں کی بات کر

خُلدِ بریں ہے جن کے تقدُّس کی سَیرگاہ
اُن خوں میں غرق غرق نِگاروں کی بات کر

کلیوں پر کیا گزر گئی پھولوں کو کیا ہوا
گلزارِ فاطمہؓ کی بہاروں کی بات کر

جن کے نَفس نَفس میں تھے قرآں کُھلے ہوئے
اُن کربلا کے سینہ فگاروں کی بات کر

شِمرِ لعیں کا ذِکر نہ کر میرے سامنے
شیرِ خدا کے مرگ شِعاروں کی بات کر

نئے اِسلامی سال کا پیغام

﴿ جناب مفتی محمد عفان صاحب منصور پوری، اُستاذ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد، انڈیا﴾

جس وقت یہ رسالہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچے گا نئے ہجری سال کا سورج طلوع ہو چکا ہوگا اور عیسوی سال کا آغاز بھی ہو چکا ہوگا لیکن ابھی تک لوگ ایک دُوسرے کو سالِ نو کی مبارک باد اور اپنی نیک خواہشات کا اِظہار مختلف انداز سے کر رہے ہوں گے، سکولوں اور کالجوں میں خوشیاں منائی جا رہی ہوں گی، طرح طرح کے پروگراموں سے محفل آراستہ کی جا رہی ہوں گی، صوبائی حکومتیں اور مرکزی سرکار بیتے ہوئے سال کی حصول یابیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہی ہوں گی اور نئے سال کے لیے نہ جانے کتنے وعدوں سے اَخبارات کے صفحات سیاہ کیے جا رہے ہوں گے۔

گزشتہ سال بھی یہی سب کچھ ہوا تھا اور اِس سے پہلے بھی یہی ہوتا چلا آیا ہے، آغازِ سال میں عزائم بلند ہوتے ہیں، منصوبوں اور پروگراموں کی ایک طویل فہرست ہوتی ہے، ہر انسان اپنی لائن کے اعتبار سے ذہن میں ایک خاکہ مرتب کرتا ہے لیکن وقت اِتنی تیزی کے ساتھ گزرتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے سال بیت جاتا ہے، منصوبے پروگرام اور عزائم دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

درحقیقت ہم نے اپنا سمتِ سفر متعین نہیں کر رکھا ہے، ہم نئے سال کی خوشیوں میں غرق ہو کر یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری چھٹی ختم ہو رہی ہے اور دُنیا سے جدائی کا وقت قریب آتا چلا آ رہا ہے، ہمارا اَصل مسکن تو آخرت ہے، اِس دُنیا میں تو ہم چھٹیاں گزارنے آئے ہیں، جوں جوں وقت گزرتا رہے گا چھٹیاں ختم ہوتی رہیں گی، کس کو معلوم ہے کہ آئندہ سال کے لمحات اُسے نصیب ہوتے ہیں یا نہیں؟

دُنیا کی حقیقت :

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ : اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبِیْ فَقَالَ : کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ: اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ، وَخُذْ مِنْ

صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ. (بخاری شریف ۶۴۱۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے مونڈھے پکڑ کر اِرشاد فرمایا: ''دُنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہو'' اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ''جب شام ہوجائے تو صبح کا اِنتظار مت کرو اور صبح ہوجائے تو شام کا اِنتظار مت کرو، اور صحت وتندرستی کے ایام میں اعمالِ خیر کرنے کو غنیمت جانو قبل اِس کے کہ بیماری حائل ہوجائے، اور اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کی قدر کرو قبل اِس کے کہ موت آجائے۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایمان والے کے لیے دُنیا کو اپنا وطن اصلی، مسکن اور مستقر سمجھنا مناسب نہیں ہے بلکہ وہ یہاں ایک ایسے مسافر کی طرح زندگی گزارے جو ہمہ وقت سفر کے لیے تیار رہے۔

باری تعالیٰ کا اِرشاد گرامی ہے:

اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ○

(سورہ غافر آیت 39)

یہ جو زندگی ہے دُنیا کی سو کچھ برت لینا ہے اور وہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے جم کر رہنے کا گھر۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اِرشاد فرماتے ہیں :

اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رَاكِبٍ قَالَ فِيْ ظِلِّ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا. (ترمذی شریف ۲۳۷۷)

میری اور دُنیا کی مثال اُس سوار کی طرح ہے جس نے کچھ دیر کسی درخت کے سایہ میں آرام کیا اور پھر اُس جگہ کو چھوڑ کر چل دیا۔

اَجنبی آدمی کا بھی یہی حال ہوتا ہے، اِنسان جب پردیس میں جاتا ہے تو وطن کی محبت اُسے بہت ستاتی ہے وہ دُنیا کے کام تو کرتا ہے لیکن دل میں وطن کی باتیں ہی گردش کرتی رہتی ہیں، اسی طرح ایک ایمان والے کو دُنیا کی ٹیپ ٹاپ اور نیرنگیوں میں مشغول ہوکر اپنے اَصلی مستقر اور وطن کو نہ بھولنا چاہیے بلکہ اُس کی

یاد سے ہمیشہ اپنے دل کو معمور رکھنا چاہیے۔

منزل کیا ہے ؟

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری اَصل منزل موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی ہے، ہم سب اُسی منزل تک پہنچنے کے لیے رَختِ سفر باندھے ہوئے ہیں۔ ہماری مثال بالکل اُن مسافروں کی طرح ہے جو جہاز کے اِنتظار میں ائیر پورٹ کے چائے خانوں میں بیٹھے ہوئے مختلف طرح کے مشروبات وماکولات سے لطف اَندوز ہورہے ہوتے ہیں کہ یکا یک اعلان ہوتا ہے کہ:''دُبئی جانے والا جہاز پرواز کے لیے تیار ہے جن لوگوں کو دبئی جانا ہے وہ فوراً جہاز کا رُخ کریں'' دبئی جانے والے مسافر اعلان سُنتے ہی کھانا پینا چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے ہاتھ میں سامان لے کر فوراً جہاز کی طرف روانہ ہوجاتے ہیں۔ پھر اعلان ہوتا ہے ''ملیشیا جانے والے مسافرین متوجہ ہوں'' کوالالمپور جانے والا جہاز اُڑان بھرنے کے لیے تیار ہے آپ لوگ فلاں گیٹ سے جہاز میں داخل ہوجائیں، اعلان سُنتے ہی ملیشیا جانے والے لوگ بھی کرسیاں چھوڑ دیتے ہیں اور سامان لے کر جہاز کا رُخ کرتے ہیں۔ اِسی طرح چوبیس گھنٹہ وقفہ وقفہ سے مختلف سمت میں جانے والے جہازوں کی پرواز کا اعلان ہوتا رہتا ہے اور مسافر سوار ہوکر اپنی منزل کا رُخ کرتے ہیں۔

بالکل یہی حال ہمارا ہے ہم دُنیا میں کھا بھی رہے ہیں پی بھی رہے ہیں خوشیاں بھی منا رہے ہیں اور نہ جانے کیا کیا کررہے ہیں؟ لیکن جب ہماری باری آئے گی اور فرشتہ پروانۂ اَجل لے کر آئے گا تو ہمیں دُنیا کے اِن تمام جھمیلوں کو خیر باد کہہ کر اُس آخری سفر پر روانہ ہونا پڑے گا یہ سفر زندگی کے کس لمحہ میں اور کس موڑ پر پیش آجائے کسی کو نہیں معلوم۔ اگر ہمارا سامانِ سفر تیار ہے جیسا کہ ائیر پورٹ پر بیٹھنے والے مسافرین کا ہوتا ہے۔ تو یہ زادِ آخرت میں ہمارے کام آئے گا ورنہ تو خالی ہاتھ اور بغیر تیاری کے منزل پر پہنچنا ہوگا اور یہی چیز باعثِ رُسوائی اور عار بن جائے گی۔

اِس موقع پر شیخ محمود وراق ؒ کا یہ شعر ذکر کرنا موزوں معلوم ہوتا ہے :

لَا تُرْجِ فِعْلَ الْخَیْرِ یَوْمًا اِلٰی غَدٍ   لَعَلَّ غَدًا یَأْتِیْ وَاَنْتَ فَقِیْدٌ

نیک کام کو کل پر مت ٹال، ہوسکتا ہے کل تو آئے لیکن تو مرحوم ہو چکا ہو

اِنسان ہنستا کھیلتا اپنے گھر سے نکلتا ہے، ذہن ودماغ میں دُور دُور تک موت کا تصور بھی نہیں ہوتا

لیکن ناگہانی طور پر کسی ایسے حادثہ کا شکار ہو جاتا ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اُسے اپنے آخری سفر کے لیے روانہ ہونا پڑتا ہے۔

ذرا سوچیے تو سہی: کیا ہم نے اِس سفر کی ضروری تیاریاں کر رکھی ہیں اور وہاں کی سُرخ رُوئی یا شاد کامی کے بارے میں اپنے اعمال کو دیکھتے ہوئے ہمیں اعتماد ہے؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ نئے سال کی خوشیوں میں ڈوب کر اور دُنیا کی رعنائیوں میں گم ہو کر ہم موت ہی کو بھول گئے ہوں، خدا کرے ایسا نہ ہو، لیکن اگر ایسا ہو رہا ہے تو خدارا غفلت کے اِس دبیز پردے کو جلد اَز جلد اپنے دماغ سے اُتار دیجیے اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اَعمال کا محاسبہ کیجیے۔

ہماری مصروفیات کیا ہیں؟

ہم میں سے کتنے نوجوان اور عمر رسیدہ لوگ صبح سے شام تک ایسے لایعنی مشاغل میں گرفتار رہتے ہیں جن کا دینی فائدہ تو دَر کنار، کوئی دنیوی نفع بھی نہیں ہوتا، کوئی مخربِ اَخلاق فلموں کو دیکھنے میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے، کوئی حیاء سوز ناول اور جھوٹے قصّے کہانی کی کتابوں میں مست ہو کر اپنی توانیاں صرف کر رہا ہے، کسی نے ہوٹل پر تبصرے بازی کی مجلس آراستہ کر رکھی ہے، کوئی چوراہے پر دوستوں کی ٹولی بنائے کھڑا ہے، کوئی ٹی وی سکرین کے سامنے کھیل کے میدان پر نظریں جمائے ہوئے گھنٹوں گھنٹوں کے لیے بیٹھا ہے، کوئی ریڈیو کان میں لگا کر پل پل کی خبریں لے رہا ہے اور کوئی اپنے موبائل فون ہی پر لطف اَندوز ہو رہا ہے، بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو موبائل پر وقت ضائع نہ کرنے کا پختہ عزم کر لیتے ہیں لیکن جب کھلونا ہاتھ میں آتا ہے تو سارے عزائم نسیاً منسیا ہو کر رہ جاتے ہیں۔ غرض اِس طرح کے نہ جانے کتنے مشاغل ہیں جو وقت جیسی متاعِ گراں مایہ کا بے دریغ اِستحصال کر رہے ہیں۔ ہمیں اِس طرح کے لغویات میں مشغول ہوتے وقت نبی کریم علیہ الصلوۃ و السلام کا یہ فرمان مبارک ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ: ''اِنسان کے قدم قیامت کے دن اُس وقت تک حساب کی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے جب تک اُس کی عمر کے بارے میں اُس سے یہ سوال نہ کر لیا جائے کہ یہ قیمتی لمحات کہاں گزارے؟'' (ترمذی شریف ۲۴۱۹)

اِنسان دُنیا کی جن لذتوں کی خاطر اپنی زندگی کے بیش قیمتی لمحات کو وقف کیے ہوئے ہے وہ لذتیں سراب کی مانند ہیں جو دُور سے صاف شفاف چمکدار پانی کی طرح محسوس ہوتی ہیں اور قریب جاؤ تو ریت

کا ڈھیر دکھائی دیں گی۔ اور وہ موت جو اِنسان کے سب سے زیادہ قریب ہے اُس کو سب سے دُور سمجھا جانے لگا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ روزانہ سینکڑوں لوگوں کی موت کی خبریں ہم تک پہنچتی ہیں اور کتنے لوگوں کے جنازہ کی نماز بھی ہم پڑھتے ہیں لیکن اپنے بارے میں ایسا اطمینان ہے گویا کہ ہمارے لیے موت کا فیصلہ ہی نہیں کیا گیا۔

نئے سال کے آغاز پر ہمیں اِس پہلو سے بھی سوچنا ہے اور غفلت و بے اِلتفاتی کے اِس ماحول کو چھوڑ کر اپنا سمتِ سفر متعین کر کے زادِ راہ کا اِنتظام کرنا ہے۔

اعلانِ وضاحت

مروجہ اِسلامی بینکنگ اور ٹی وی چینل کے بارے میں کراچی و دیگر شہروں کے بعض علماء واہل افتاء کا جو متفقہ فتویٰ شائع ہوا ہے اِس سے متعلق بعض تحریروں میں مجھے اِس کے تائید کنندگان میں سے شمار کیا گیا ہے۔

مروجہ اِسلامی بینکنگ سے متعلق میرا اِختلاف میرے شائع شدہ مضامین سے واضح ہے۔ اِسی طرح ٹی وی چینل سے متعلق بھی میرا مؤقف اِس کے حق میں نہیں ہے لیکن پھر بھی مجھ کو اِس فتوے کے تائید کنندگان میں سے شمار کرنا درُست نہیں کیونکہ میں نے نہ تو زبانی اور نہ ہی تحریری طور پر اِس کی تائید کی ہے۔

واللہ اعلم

عبدالواحد

دارُالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

۲۴/ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ

جناب زکی کیفیؔ رحمہ اللہ

مبارک ہو تم کو

یہ حج و زیارت مبارک ہو تم کو
متاعِ سعادت مبارک ہو تم کو
وہ ہر سمت اَنوار ، ہر سو تجلّی
وہ نورِ ہدایت مبارک ہو تم کو
وہ احرام میں مست و سرشار رہنا
غموں سے فراغت مبارک ہو تم کو
اذانِ سحر کا حرم میں وہ منظر
وہ کیفِ سماعت مبارک ہو تم کو
مبارک ہوں وہ ملتزَم پر دُعائیں
وہ ذوقِ عبادت مبارک ہو تم کو
وہ میزابِ رحمت کے نیچے نمازیں
بشوقِ اطاعت مبارک ہو تم کو
مبارک ہوں وہ سنگِ اَسود کے بوسے
لبوں کی حلاوت مبارک ہو تم کو
وہ رُکنِ یمانی پہ ہر دَم تجلّی
وہ آثارِ رحمت مبارک ہو تم کو
وہ پی پی کے زَمزم کو سیراب ہونا
وہ کوثر کی لذت مبارک ہو تم کو
منٰی میں رمی کا وہ پُر کیف منظر
وہ جلوؤں کی کثرت مبارک ہو تم کو
وہ عرفات میں خیمہ زَن ہو کے رہنا
بزہد و قناعت مبارک ہو تم کو
مدینہ کی گلیوں کا دیدار کرنا
وہ دُنیا کی جنت مبارک ہو تم کو
قُبا و بقیع و اُحد کی زیارت
بحسنِ اِرادت مبارک ہو تم کو
وہ فیضانِ اَنوار روضہ کے باہر
وہ لطف وعنایت مبارک ہو تم کو
مواجہ میں آکر جلا دل کو دینا
وہ جلوت میں خلوت مبارک ہو تم کو
نکل پڑنا آنسو وہ ذکرِ نبی ﷺ پر
یہ دِل کی نزاکت مبارک ہو تم کو
وہ روضہ کی جالی پہ سر رَکھ کر رونا
دُعائے شفاعت مبارک ہو تم کو

دُعاء ہے یہ کیفیؔ کے قلب حزیں کی
یہ حج و زیارت مبارک ہو تم کو

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ (اَور ہم نے لوہا اُتارا)

﴿ جناب سید اَورنگزیب شاہ صاحب، ہری پور ﴾

پروفیسر آرم اسٹرانگ ایک نامور سائنسدان ناسا میں کام کرتے ہیں۔ اُن سے جب پوچھا گیا کہ لوہا کیسے بنا تو اُنہوں نے بتایا کہ حال ہی میں سائنسدانوں کو اُس کی بناوٹ کے بارے میں کچھ حقائق معلوم ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ قدیم نظامِ شمسی کی توانائی غیر مرکب یا بنیادی لوہا بنانے کے لیے ناکافی تھی یعنی جب ابتداء میں زمین وجود میں آئی تو اُس کے اَندر جتنی بھی حرارت تھی وہ حرارت لوہے کی پروڈکشن کے لیے کافی نہیں تھی اُس قوت کا اَندازہ کرتے ہوئے جو لوہے کا ایک ذرہ بنانے کے لیے درکار تھی۔

جب سائنسدانوں نے اِس کا اندازہ کیا کہ لوہے کا ایک ذرہ بنانے کے لیے کتنی ہیٹ چاہیے تو اُنہیں پتا چلا کہ یہ ہیٹ (Heat) تو اُس سیارے کے اندر ہی نہیں یہاں لوہا بن ہی نہیں سکتا۔ پھر پتا چلا کہ یہ قوت پورے نظامِ شمسی کی قوت سے چار گنا زیادہ ہے۔ ہمارا جو سولر سسٹم (Solar System) ہے اُس کے اَندر جتنی بھی اِنرجی پائی جاتی ہے اُس سے چار گنا زیادہ اِنرجی لوہا بنانے کے لیے درکار رہے۔ دُوسرے معنوں میں زمین چاند اور مریخ کی توانائی لوہے کے ایک ذرے کی تخلیق کے لیے بھی کافی نہیں کیونکہ لوہا وہاں بنتا ہے جہاں درجہ حرارت کئی سوملین ڈگری تک پہنچ جاتا ہو اور وہ اِس سولر سسٹم میں کہیں بھی نہیں۔ اِس پر سائنسدانوں کا خیال یہ ہے یہ کہ لوہا ایک غیر مادی چیز ہے جو اِس دُنیا میں بھیجی گئی ہے اِس دُنیا میں بنتی نہیں۔ قرآن پاک میں آتا ہے **وانزلنا الحدید** اور ہم نے لوہا اتارا (انزل کا معنی ہے اُوپر سے نیچے آنا جس طرح بارش اُوپر سے نیچے آتی ہے) تو یہ بات محض میٹا فوریکلی نہیں کہی گئی اِس کے اندر ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ خلا میں جو سیارے پھٹتے ہیں اور اُن کے ٹکڑے شہاب ثاقب کی طرح زمین میں پیوست ہوتے ہیں۔ حقیقت کا علم خدا ہی کو ہے لیکن یہ بات اب مان لی گئی ہے کہ لوہا اِس زمین کی پیداوار ہے ہی نہیں۔

مزید حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سورۃ الحدید قرآن پاک کی 57 ویں سورۃ ہے۔ اور الحدید کی ابجد کے حساب سے عددی قیمت 57 ہے۔ حدید کی عددی قیمت 26 ہے اور لوہے کا ایٹمی عدد 26 ہے۔ ☆☆☆

صوبہ سرحد کے تفصیلی دورہ کے حالات

﴿ بقلم : خالد عثمان ضلع کرک، متعلم دَورۂ حدیث شریف، جامعہ مدنیہ جدید ﴾

الحمد للہ ! اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے میرے پیر و مرشد حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ ڈیرہ اسماعیل خان کے الحاج غلام مصطفیٰ صاحب اَور اُن کے برادران نیز صوبہ سرحد میں جامعہ مدنیہ جدید کے طلباء کی شدید خواہش پر عید الاضحیٰ کی تعطیلات کے موقع پر ۱۴ر دسمبر بروز اتوار لاہور سے ڈیرہ اسماعیل خان روانہ ہوئے اَور رات آٹھ بجے حاجی غلام مصطفیٰ صاحب کے ہاں ڈیرہ اسماعیل خان بخیریت پہنچے اَور حسبِ سابق رات کا قیام کیا۔ بندہ کرک سے حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب کے حکم کی تعمیل میں ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا۔

اگلے روز پندرہ دسمبر بروز پیر ناشتے کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان سے ٹانک روانہ ہوئے وہاں بہت سی ملاقاتوں کے علاوہ فاضلِ جامعہ قاضی حبیب اللہ صاحب کی عیادت بھی کرنا تھی۔ ہمارے ساتھ انعام اللہ صاحب کے چچا ڈائریکٹر گل نواز صاحب بھی شریکِ سفر ہوگئے۔ ٹانک پہنچنے سے پہلے راستہ میں متعلم گل باران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ٹانک میں سب سے پہلے حکیم عطاء اللہ صاحب سے ملاقات کی وہیں قاضی حبیب اللہ صاحب بھی حضرت کو لینے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے پھر وہیں سے حضرت صاحب قاضی حبیب اللہ کے ساتھ اُن کے گھر تشریف لے گئے۔

قاضی حبیب اللہ صاحب سے رُخصت ہونے کے بعد دن کا کھانا انعام اللہ کے ہاں عمر اَڈّہ میں کھایا۔ سارے قبیلے والے حضرت صاحب سے ملنے آئے پھر عصر کی نماز مدرسہ عمر اَڈّہ مولانا شیر افضل صاحب کے ساتھ پڑھی۔ بعد اَز نمازِ عصر تمام طلباء اَور اَساتذہ سے حضرت صاحب نے بہت ہی احسن اَور جامع اَنداز میں بیان فرمایا۔ پھر وہاں سے جامعہ اِدارہ تعلیم القرآن والعلوم الاسلامیہ گلشن اسلام بنوں روڈ پر مفتی عبدالرحیم صاحب کی پر اصرار دعوت پر اُن کے مدرسہ جانا ہوا جہاں مدرسہ اَور مسجد کی ترقی اَور برکت کی دُعاء کی۔ پھر وہاں سے متعلم گل باران کی خواہش پر اُن کے ہاں پٹھان کوٹ چلے گئے، لوگوں کا بہت ہجوم تھا، دُعاء کے بعد

واپس ڈیرہ اسماعیل خان سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں مغرب کی نماز مدرسہ عربیہ تجوید القرآن حقانیہ (چھکان) قاری محمد طاہر صاحب کے ہاں پڑھ کر مدرسہ و مسجد کی ترقی کے لیے دُعاء کی۔

رات ساڑھے سات بجے ڈیرہ اسماعیل خان بھائی طارق صاحب کے گھر پہنچے جہاں فاضل جامعہ مدنیہ جدید مولانا طارق سلیم صاحب اَور دُوسرے اَحباب بھی تشریف لائے ہوئے تھے پھر وہاں سے محترم مولانا ....گنگوہی صاحب کی تیمارداری کے لیے حضرت صاحب محلّہ شبشاہ تشریف لے گئے دُعائے صحت کے بعد خطیبِ مسجد امیر حمزہ مولانا طارق سلیم صاحب کے گھر تشریف لے گئے سب بھائیوں سے ملاقات کے بعد فاضلِ جامعہ مدنیہ جدید مولانا محمد کاشف صاحب کے گھر گئے جہاں اُن کے والد صاحب اَور بھائیوں سے ملاقات ہوئی اَور اُن کے لیے خصوصی دُعاء کی۔

۱۶/ دسمبر بروز منگل بنوں کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں اُم العلوم جامعہ حلیمیہ (درہ پیزو) میں جانا ہوا۔ مہتمم مدرسہ حضرت مولانا محسن شاہ صاحب، ناظم مولانا محمد اَنور صاحب اَور شیخ حضرت علی صاحب سے مختصر ملاقات کے بعد بنوں روانہ ہوئے۔ یہ سب حضرات حضرت صاحب کی آمد پر بے حد خوش ہوئے پھر حضرت صاحب جامعہ مدنیہ جدید کے طالب علم محمد ساجد صاحب اَور اُن کے والد صاحب کے ساتھ اُن کے گھر نہر شہزاد گنڈی خان خیل تشریف لے گئے جہاں حضرت کی ملاقات کے لیے متعلم جامعہ مدنیہ جدید اَفید اللہ، مردِ قلندر محمد شاہد صاحب، دُوسرے طلباء اَور حضرات تشریف لائے ہوئے تھے پھر وہاں سے سرائے نورنگ اُویس کالونی طلباء جامعہ مدنیہ جدید محمد آصف، عبدالغفور، محمد آفتاب، محمد عدنان صاحبان کے ہاں تشریف لے گئے اَور اُن کے قبیلے والوں سے ملاقات ہوئی، دُعاء کے بعد حضرت بنوں کے خطیب حضرت علی صاحب عثمانی کے مدرسہ دارُ العلوم الشرعیہ تشریف لے گئے۔

ظہر کی نماز کے بعد طلباء اَور علماء سے بہت جامع بیان فرمایا اَور دُعاء کے بعد متعلم دَورۂ حدیث محمد عمران کے دوست کے مدرسۃ بنات میں تشریف لے گئے مدرسہ کی ترقی کے لیے دُعاء فرمانے کے بعد ڈومیل روانہ ہوگئے، راستہ میں متعلم دورۂ حدیث اکرام اللہ اَور قسمت اللہ کے گھر تشریف لے گئے، دُعائے برکت کے بعد فاضل جامعہ مدنیہ جدید اَور بہت سے فضلاء مولانا بیت اللہ، مولانا محبّ اللہ، مولانا عمر ایاز اَور دُوسرے طلباء جامعہ مدرسہ نظیفیہ اَور بندہ خالد عثمان کے والد گل محمد صاحب اَور دُوسرے بہت سے حضرات تشریف

لائے ہوئے تھے، عصر کی نماز کے بعد منڈوہ رَوانہ ہوئے۔ مغرب کی نماز جامع مسجد منڈوہ قاری حبیب اللہ صاحب کے یہاں پڑھی۔ نماز کے بعد علاقے کے بہت سے طلباء اَور علماء سے مفصل بیان فرمایا۔ حضرت کے بیان سے پہلے دو ننھے مُنّے قاری کی بیک آواز تلاوت نے لوگوں کو حیران کر دیا جو قاری حبیب اللہ صاحب کی محنت کا منہ بولتا ثبوت ہے، دُعاء کے بعد متعلم جامعہ مدنیہ جدید مولانا عبدالقدوس صاحب پروانہ جمعیت مردِ مجاہد متعلم امان اللہ اَور لتمبر سے آئے ہوئے مہمان سابقہ متعلم جامعہ مدنیہ محمد یوسف صاحب اَور اُن کے ساتھی اَور دُوسرے حضرات حضرت کو لینے کے لیے جامعہ مسجد منڈوہ آئے ہوئے تھے۔

عشاء کی نماز موسٰی خیل وزیر گل حیات صاحب کی مسجد میں پڑھنے کے بعد گل محمد صاحب متعلم محمد ذیشان، مفتی محمد عثمان، مولانا محمد عثمان، مولانا نور زادہ، مولانا عطاء اللہ، متعلم مہران، قاری حکمت اللہ، قاری محبّ اللہ، متعلم محمد قادر، شریف اللہ، ذوالقرنین، حبیب اللہ اَور مولانا رفیع الدین صاحب اَور دُوسرے شعبے سے تعلق رکھنے والے بہت سے حضرات نے ملاقات کی بعد اَزاں حضرت نے حاضرین سے مفصل بیان فرمایا۔

۱۷/ دسمبر بروز بدھ کو عظیم مبلغ لعل جان صاحب کی خصوصی دعوت پر بھائی خالد عثمان، ڈاکٹر ذکی اللہ کے گھر علیل بھائی سیّد رحمٰن صاحب کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے اَور دُعائے صحت کے بعد پروانہ جمعیت متعلم اَمان اللہ صاحب جن کو حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے غیبی محبت بے انتہاء تھی وہ حضرت صاحب کی تشریف آوری پر بے حد خوش ہوئے اَور آئندہ کے لیے بڑے پیمانے پر دعوت دینے کا پکّا عزم رکھتے ہیں۔ موسٰی خیل وزیر سے متعلم دَورۂ حدیث بندہ خالد عثمان کے گھر اَور مدرسہ زینت القرآن سمندری کلّہ تشریف لے گئے وہاں قاری حکمت اللہ صاحب اَور قاری محبّ اللہ صاحب بھی موجود تھے حضرت نے مدرسہ اَور گھر والوں کے لیے خصوصی دُعاء بھی کی۔ پھر وہاں سے مولانا ہارون صاحب کے مدرسہ ضیاء العلوم لتمبر تشریف لے گئے۔ مختصر اَور جامع بیان کے بعد لتمبر سے احمدی بانڈہ متعلم دَورۂ حدیث احمد علی صاحب کے یہاں تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے مدرسہ للبنات شیخ ابوالحسن میں دُعاء کرنے کے بعد احمد علی صاحب کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد مسجد میں بیان فرما کر بیعت بھی فرمایا یہاں بھی اپنے علاقے کے دُور دَراز کے علماء اَور مفتیانِ کرام اَور عوام موجود تھے عصر کی نماز خنڈہ خرم جامعہ دارِ اَرقم مہتمم مقصود گل صاحب کے ہاں پڑھی اَور مغرب کی نماز کرم پل ڈڈیوالہ میں پڑھی جہاں لکی مروت تبلیغی مرکز کے اَمیر حضرت

ولی اللہ صاحب ، ڈی ایس او لکی مروت اَور تھانیدار حق نواز صاحب سے بھی ملاقات ہوئی جو بہت دیر سے حضرت کے منتظر تھے بعد اَزاں بھائی محمود خان صاحب کی رہنمائی میں ہم لنڈیواہ میں محترم الحاج امان اللہ خان صاحب کے پاس پہنچے اَور اُن کے چھوٹے بھائی کی عیادت بھی کی اَور حسبِ سابق رات کا قیام کیا۔

۱۸؍دسمبر بروز جمعرات لنڈیواہ سے کوہاٹ کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں مولانا محمد اکرم صاحب کے بنوں بائی پاس پر نئے تعمیر ہونے والے مدرسے میں تشریف لے گئے، دُعاء کے بعد مدرسہ دارُ العلوم بابل خیل مولانا مقصود صاحب کی پر اصرار دعوت پر اُن کے ہاں تشریف لے گئے طلباء اَور علماء سے مفصل بیان فرمایا بعد اَزاں قائد ابنِ قائد سابق ایم ایم اے کرک اَور مردِ مجاہد حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اَور تمام اَساتذہ کی پر اصرار دعوت پر اُن کے مدرسہ مدینۃ العلوم ورانہ شہید آباد تشریف لے گئے وہاں مفتی عبد الوہاب صاحب، مفتی حسین احمد صاحب، مولانا سکندر یار صاحب، مولانا محمد شاکر صاحب، مولانا عطاء اللہ صاحب اَور دیگر اَساتذۂ کرام سے ملاقات ہوئی۔ جامعہ کے تمام طلباء اَور علماء سے مفصل بیان فرمانے کے بعد کوہاٹ روانہ ہوئے۔ مغرب کی نماز مولانا عامر حنیف صاحب کے ہاں پڑھی۔ رات کو حضرت کی ملاقات کے لیے مفتی فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم اَور متعلم دَورۂ حدیث جامعہ مدنیہ جدید محمد سہیل، متعلم محمد ثاقب، متعلم سہیل طارق اَور بہت سے اَحباب تشریف لائے ہوئے تھے۔

۱۹؍دسمبر بروز جمعہ بعد اَز نمازِ فجر کوہاٹ سے پشاور کے لیے روانہ ہوئے۔ جمعہ کی نماز مسجد تکبیر حیات آباد پشاور میں پڑھی۔ رات خالد خان صاحب کے گھر قیام کیا وہاں محترم ڈاکٹر اَرشد تقویم صاحب کاکا خیل ڈاکٹر امجد تقویم صاحب کاکا خیل اَور دُوسرے مختلف شعبے سے تعلق رکھنے والے حضرات حضرت صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔

۲۰؍دسمبر بروز ہفتہ خالد خان صاحب کے گھر سے راولپنڈی روانہ ہوئے راستہ میں اُمّ القراء جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ کے مہتمم قاری محمد عمر علی صاحب کی دعوت پر جانا ہوا۔ ظہر کی نماز جامعہ میں پڑھنے کے بعد طلباء اَور اَساتذۂ کرام سے جامع اَور مفصل بیان فرمایا ہمارے اُستاد قاری محمد عمر علی صاحب اَور قاری عبد اللہ صاحب بے انتہا خوش ہوئے۔ مولانا قاری عمر علی صاحب نے اپنی چند تصنیفات حضرت کو بطورِ تحفہ دیں۔ بعد اَزاں راولپنڈی محترم حاجی شعیب صاحب مدظلہم کے پاس تشریف لے گئے حاجی صاحب نے پر تکلف کھانے

کا انتظام کیا ہوا تھا۔ بعد اَزاں رات ساڑھے نو بجے راولپنڈی سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے اَور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے رات تین بجے بخیریت لاہور پہنچ گئے، والحمدللہ۔

حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمود میاں صاحب نے جہاں بھی بیان فرمایا اُس میں حقوقِ انسانی، اتباعِ سُنّت اپنے ظاہر اَور باطن کو غیر اللہ سے پاک کرنے اَور اپنے مولائے حقیقی سے تعلق جوڑنے پر زور دیا اَور طلباء اَور علماء کی ذمّہ داریوں کو بیان کیا کہ اِس تربیتی مرحلے سے گزر کر عملی میدان میں آنے کے بعد آپ کو کیا کرنا چاہیے اَور کس اَنداز سے آپ نے کام کرنا ہے اَور خاص طور پر اخلاصِ نیت پر زور دیا۔

دینی مسائل

﴿ طلاق دینے کا بیان ﴾

۲۔ طلاقِ کنایہ :

یعنی ایسے الفاظ سے طلاق دینا جن میں طلاق کا مطلب بھی بن سکتا ہے اور طلاق کے علاوہ دُوسرا معنٰی بھی نکل سکتا ہے جیسے کوئی اپنی بیوی کو کہے میں نے تجھ کو دُور کر دیا تو اِس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے کر دُور کر دیا اور دُوسرا مطلب یہ ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن اَب تجھ کو اپنے پاس نہ رکھوں گا ہمیشہ اپنے میکے میں پڑی رہ تیری خبر نہ لوں گا۔ غرض تجھے دُور کر دیا یا اِس قسم کے اور الفاظ کو خود اُن کے اپنے معنی تو صاف ہیں لیکن دُور کرنا کس اِعتبار سے مراد ہے یہ مخفی ہے اِس لیے اِس کو ''کنایہ'' کہتے ہیں۔

چونکہ اِن الفاظ میں دو مطلب نکل سکتے ہیں اِس لیے جب شوہر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے تو طلاق کا معنی متعین ہو جاتا ہے اور فی الواقع اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر اُس نے نیت نہ کی ہو تو فی الواقع طلاق نہ ہو گی لیکن چونکہ دُوسرے اِنسانوں کی نیت تک براہِ راست رسائی حاصل نہیں ہو سکتی اور اِس تہمت کا اِحتمال ہے کہ کوئی شخص اپنا نقصان محسوس کر کے طلاق کی نیت کا اِنکار کر دے اِس لیے عدالت کے نزدیک طلاق پر دلالت کرنے والے اور قرائن ہوں گے تو اُن کا اِعتبار ہو گا۔ عدالت کے نزدیک اِس کے تین قرائن ہیں :

(1) شوہر کا نیتِ طلاق کی خبر دینا۔

(2) وہ الفاظ کے کہنے وقت شوہر کا غصہ میں ہونا۔

(3) وہ الفاظ کہے جانے سے پیشتر یا تو شوہر سے بیوی نے یا کسی اجنبی نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو یا شوہر نے اُس مجلس میں پہلے طلاق دی ہو اِس کو مذاکرہ طلاق کی حالت میں تعبیر کرتے ہیں۔

اِن قرائن سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اِس قسم کے الفاظ کہے تو تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔

(i) اعتدال کی حالت ہو۔

(ii) غصہ وغضب کی حالت ہو۔

(iii) مذاکرہ طلاق کی حالت ہو۔

غصہ وغضب کی حالت میں جہاں یہ احتمال ہے کہ شوہر کا طلاق دینے کا اِرادہ ہو وہاں یہ بھی احتمال ہے کہ غصہ میں محض گالم گلوچ مراد ہو طلاق کی نیت نہ ہو۔ اِسی طرح مذاکرہ طلاق میں یعنی طلاق کے مطالبہ پر کبھی تو شوہر طلاق دے دیتا ہے اور کبھی مسترد کردیتا ہے۔ اِسی طرح کنایہ کے الفاظ کی بھی تین قسمیں بنتی ہیں :

پہلی قسم : وہ الفاظ جن میں طلاق کے معنی کا بھی احتمال ہے اور طلاق کے مطالبہ کو مسترد کرنے کا معنی کا بھی احتمال ہے مثلاً کہا تو نکل جا یعنی تو نکل جا کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے اور تو نکل جا اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ نہ کر۔ اِسی طرح کے الفاظ یہ بھی ہیں: تو اُٹھ کھڑی ہو، تو دُور ہو جا، تو چلی جا۔

دُوسری قسم : وہ الفاظ جن میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے اور گالم گلوچ کا معنی بھی نکلتا ہے۔ مثلاً تو میرے کام کی نہیں تو بیکار رہے یا اِس وجہ سے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں اِس قسم کی کچھ اور مثالیں یہ ہیں: میں تیرا میاں نہ تو میری بیوی، نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میرا تیرا کچھ، میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں، میں تجھ سے بیزار ہوں، میں تیرا رَوادار نہیں، تو میرے کام کی نہیں رہی۔

تیسری قسم : وہ الفاظ جن میں مطالبہ مسترد کرنے یا گالم گلوچ کا معنی نہ نکلتا ہو مثلاً میں نے تجھ سے جدائی اختیار کرلی یا تیرا معاملہ تیرے حوالے ہے۔ تم اپنا دُوسرا نکاح کرلو۔ تجھے میری طرف سے جواب ہے۔ میں اِس کو ہرگز اپنے پاس نہ رکھوں گا۔ میں اِسے نہیں بساؤں گا۔ تو فارغ ہے۔

ضابطہ :

1۔ جب شوہر سکون اور اعتدال کی حالت میں ہو اور اُس سے طلاق کا مطالبہ بھی نہ کیا جارہا ہو پھر وہ تینوں قسموں میں سے کسی بھی قسم کے الفاظ بولے تو اُس کی نیت معلوم کی جائے گی۔ اگر طلاق کی نیت ہو تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔

2۔ جب شوہر غصہ وغضب کی حالت میں ہو تو پہلی دو قسموں کے الفاظ میں اُس کی نیت پوچھی جائے گی اور تیسری قسم کے الفاظ میں اُس کی نیت نہ پوچھی جائے گی اور غصہ کے قرینہ کی وجہ سے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

3۔ جب مذاکرہ طلاق کی حالت ہو تو صرف پہلی قسم کے الفاظ میں شوہر کی نیت پوچھی جائے گی۔

اور دُوسری اور تیسری قسم کے الفاظ میں بلانیت طلاق واقع ہوجائے گی۔ دُوسری قسم میں اِس لیے کہ غصہ نہ ہونے کی وجہ سے گالم گلوچ کا احتمال نہیں رہا۔

تنبیہ نمبر 1 :

اسی ضابطہ کو اِس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ پہلی قسم کے الفاظ میں ہر حال میں طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ دُوسری قسم کے الفاظ میں مذاکرہ طلاق کی صورت میں بغیر نیت کے طلاق ہوجائے گی اور باقی دو حالتوں میں نیت سے طلاق ہوگی اور تیسری قسم میں حالتِ غضب اور مذاکرہ طلاق میں بلانیت طلاق ہوجائے گی اور اعتدال کی حالت میں نیت سے طلاق ہوگی۔

تنبیہ نمبر 2 :

جہاں شوہر یہ کہے کہ اُس کی طلاق کی نیت نہیں تھی وہاں اُس کو اپنی اِس بات پر قسم کھانی ہوگی خواہ عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا ہو یا نہیں۔

کنایہ الفاظ سے متعلق ایک قاعدہ :

مثلاً شوہر کا بیوی کو یہ کہنا کہ ''تو آزاد ہے'' کنایہ ہے کیونکہ اِس میں نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کا معنی نکلتا ہے اور دُوسرا معنی بھی نکلتا ہے یعنی تو گھر میں ہر طرح سے تصرف کرنے کے لیے آزاد ہے۔ لیکن اگر اِرادہ طلاق کا قرینہ لفظوں میں صراحۃً موجود ہو تو پھر یہ طلاق کے لیے صریح لفظ بن جاتا ہے مثلاً یوں کہے ''تو میرے نکاح سے آزاد ہے'' تو اَب یہ کنایہ نہیں بلکہ صریح طلاق ہے اور اگر عدمِ اِرادہ طلاق کا قرینہ موجود ہو تو پھر یہ نہ صریح طلاق ہے اور نہ کنایہ ہے مثلاً یوں کہا ''تو آزاد ہے جو چاہے کھا پی یا جب جی چاہے آجا'' کیونکہ باقی الفاظ سے معلوم ہوا کہ شوہر کا مقصد اُس کے لیے افعال کی اباحت اور اُن میں اُس کے اختیار کو ثابت کرنا ہے۔

مسئلہ : شوہر یہ الفاظ کہے ''تجھے رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں'' یا کہے ''مجھے تیری ضرورت نہیں'' تو اِن سے طلاق نہیں ہوگی۔

مسئلہ : کنایہ الفاظ سے طلاقِ بائنہ واقع ہوتی ہے۔ (جاری ہے)

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۴ر ذی الحجہ/۳ر دسمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے مدرس حضرت مولانا محمد حسن صاحب مدظلہٗ حج پر تشریف لے گئے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آسان فرمائے، آمین۔

۴ر ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ/۳ر دسمبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ فجر کے وقت سے مسجد حامد کے شمالی دروازے کے گنبد کی بذریعہ لفٹ بھرائی شروع کی گئی اور جمعہ سے اگلے جنوبی گنبد کی بھرائی شروع ہوئی والحمد للہ، مسجد کے سارے گنبدوں کے سریے باندھنے پر تقریباً تیس مزدور لگے رہے۔

۵ر دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب مولانا الیاس صاحب کی دعوت پر مانگا روڈ پر واقع مدرسہ اصحابِ بدر کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے جہاں حضرت صاحب نے مکارمِ اخلاق کے موضوع پر بیان فرمایا۔

۲۱ر ذی الحجہ/۲۰ر دسمبر سے جامعہ مدنیہ جدید میں عید الاضحیٰ کی تعطیلات کے بعد تعلیم شروع ہوگئی۔

۲۱ر ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ/۲۰ر دسمبر ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ مسجد حامد کے پانچوں گنبدوں کا لینٹر مکمل ہوا، والحمد للہ عید الاضحیٰ کے فوراً بعد سے مسجد حامد کے صدر دروازے کے گنبدوں کے دائیں اور بائیں جانب پانی کی دو ٹینکیوں کی تعمیر بھی بحمد اللہ تیزی سے جاری ہے۔

۲۴ر دسمبر کو بعد نماز عصر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید محمود میاں صاحب نے مدرسہ اُم سلمہؓ للبنات واقع شام نگر میں خواتین کو عاشوراء محرم کے فضائل پر درس حدیث دیا۔

وفیات

۱۹ر دسمبر کو مانچسٹر انگلینڈ میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہم کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئیں اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے ،حضرت علامہ صاحب اور دیگر پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

۱۶ر دسمبر کو حضرت اقدسؒ کے مرید بھائی کمال صاحب کی والدہ صاحبہ لاہور میں وفات پا گئیں مرحومہ بہت نیک دل خاتون تھیں اللہ تعالیٰ مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

۳ر دسمبر کو کریم پارک کے جناب حاجی فرمان صاحب کے منجھلے بیٹے محمد اسلم صاحب اچانک عارضہ قلب کے سبب وفات پا گئے ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

اِدارہ تمام سوگواروں کے غم میں برابر کا شریک ہے۔اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب کرایا گیا۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ،آمین۔

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 5330310 - 42 - 92+ - 5330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 7726702 - 42 - 92+ - 7703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+ V فون نمبر : 6152120 - 42 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر 0-7915 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر 1-1046 مسلم کمرشل بینک کریم پارک برانچ (0954) لاہور (آن لائن)